ماہنامہ
خالد
ربوہ
اخاء 1355 ھش
اکتوبر 1976ء
ایڈیٹر : حافظ مظفر احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
استبقوا الخیرات
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم
مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان
ماہنامہ خالد ربوہ
ایڈیٹر: حافظ مظفر احمد
نائبین: بشارت احمد محمود ● ملک خالد محمود ● محمد الیاس منیر
جلد ۲۲ ○ اخاء ۱۳۵۵ ہش ○ اکتوبر ۱۹۷۶ء ○ شمارہ ۱۲

# خدام الاحمدیہ کا مرکزی سالانہ اجتماع

مکرم محمد شفیق قیصر صاحب قائمقام صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے خدام الاحمدیہ کا تینتیسواں سالانہ اجتماع ۲۲، ۲۳، ۲۴ اکتوبر ۱۹۷۶ء بروز جمعہ، ہفتہ اور اتوار مرکز احمدیت ربوہ میں منعقد ہو گا۔ مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ اس اجتماع کے انتظامات کی تفاصیل بڑی تیزی سے طے کر رہی ہے۔ تربیتی زاویۂ نگاہ سے ہمارا یہ اجتماع خاص اہمیت کا حامل ہے اس میں شامل ہونے کے لئے اطراف و جوانب سے احمدی نوجوان بڑے ذوق و شوق سے تشریف لاتے ہیں اور اپنی اپنی کوشش، سعی و جد و جہد اور ظرف کے مطابق اس اجتماع کی گوناگوں برکات اور فیوض سے متمتع ہوتے ہیں۔

ہمارا سالانہ اجتماع عام میلوں، منڈیوں کی طرح نہیں ہے اور نہ ہی ہمارا یہ اجتماع کوئی ٹورنامنٹ ہے بلکہ ہمارا یہ اجتماع ایک خاص مقصد کے پیش نظر گزشتہ کئی سالوں سے منعقد ہوتا چلا آرہا ہے سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ مقصد کیا ہے؟ اس سوال کا جواب ہر احمدی خادم کو معلوم ہونا چاہیے۔

اس سوال کا جواب اس میں پنہاں ہے کہ ہم کون ہیں؟ ہم خدا تعالیٰ کے مامور کی جماعت ہیں جسے خدا تعالیٰ نے اسلام کی نشأۃ ثانیہ اور تکمیل اشاعتِ دین کے لئے پیدا کیا ہے تا اس مادی اور لادینی دور میں اسلام کی ابدی صداقتوں کو اپنے قول اور فعل سے ثابت کر کے حق کا بول بالا کریں۔ یہ اتنا عظیم الشان مقصد ہے کہ اور کوئی اتنی جماعت اس عظیم مقصد کی علمبردار نہیں۔ اس عظیم [illegible] ہمارے کمزور اور ناتواں کندھوں پر ذمہ داری کا بہت بڑا بوجھ آپڑا ہے۔ ان عظیم فرائض کو سرانجام دینے کے لئے انتہائی اعلیٰ تربیت کی بھی ضرورت ہے۔ نوجوان نسل کی اسی تربیت کے لئے حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجلس خدام الاحمدیہ کو قائم فرمایا اور اس کی تنظیم کو یہ ماٹو دے کر کہ ——— "قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی" (مشعل راہ ص ۱) نوجوانوں کی ہمہ گیر تربیت اور اصلاح کا وسیع پروگرام اس مجلس کے سامنے رکھا۔ اس اہم مقصد کو حاصل کرنے کے لئے جو حضور رضی اللہ عنہ

پبلشر: محمد شفیق قیصر    پرنٹر: سید عبدالحی    مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ    مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ خالد دارالصدر جنوبی ربوہ

کے الفاظ میں سلسلہ کی روحانی بقاء کے لئے ضروری ہے۔ مجلس خدام الاحمدیہ خاص پروگرام پر عمل پیرا ہے اس پروگرام کی ایک اہم کڑی ہمارا سالانہ اجتماع بھی ہے۔

اس اجتماع کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ الٰہی جماعت کے ہر نوجوان کو اسلامی تعلیمات اور اخلاق کا مجسمہ، اسلامی کردار کا مثالی مرقع اور قومی اور ملی درد و سوز کا حامل وجود بنایا جائے جس کی روح، جسم، قول، فعل اور حرکت و سکون پر تقویٰ اللہ کی گہری چھاپ ہو جو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے رنگ میں رنگین ہو۔ یہ ایسا مقصد ہے جسے حاصل کرنے کے لئے خاص جدوجہد کی ضرورت ہے سالانہ اجتماع کے ذریعہ اس مقصد کو حاصل کرنے کی پوری کوشش کی جاتی ہے۔

ہمارے اس دینی و تربیتی اجتماع میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے روح پرور خطابات کے علاوہ قال اللہ اور قال الرسول کے پروگرام کے تحت قرآن مجید، احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے درس کا بھی انتظام ہوتا ہے جس سے دلوں میں نرمی پیدا ہوتی ہے اور اپنے فرائض کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

- نماز تہجد کے ذریعے خدا تعالیٰ کے حضور سربسجود ہو کر توبہ و استغفار اور دعا کے ذریعے مدد طلب کرنے کے مواقع ملتے ہیں۔
- ذکر الٰہی، تسبیح و تحمید اور درود شریف کے ورد کی بدولت برکات و انوار کا نزول ہوتا ہے۔
- تلقینِ عمل کے پروگرام میں جماعت کے بزرگ احباب اور خدام الاحمدیہ کے عہدیداران نوجوانوں کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔
- مجلس شوریٰ میں مجلس کی ترقی کے لئے مشورے، مجلس کے مسائل پر غور و فکر، مجلس کے منصوبوں کی رفتارِ ترقی کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ اس کارروائی کی سماعت سے دل میں قوم کا درد پیدا ہوتا ہے اور اپنی مشکلات اور ذمہ داریوں کی طرف توجہ ہوتی ہے۔
- علمی مقابلہ جات کے ذریعہ دینی اور عام معلومات اور ذہانت کا جائزہ لیا جاتا ہے اور ان میں مسابقت کی روح کو ابھارا جاتا ہے۔
- ورزشی مقابلوں کے ذریعہ نوجوانوں کو اس میدان میں بھی اپنے کمالات کے اظہار کا موقع ملتا ہے اور ان میں اپنے جسموں کو اسلام اور قوم کی خاطر مضبوط اور صحت مند بنانے کا رجحان پیدا ہوتا ہے۔

ہمارا یہ سالانہ پروگرام اس مرکزی نقطہ کے گرد گھومتا ہے کہ نوجوانوں میں روحانی علمی اور اخلاقی برتری پیدا کی جائے جو دوسروں کے لئے نمونہ بلکہ کرامت ہو۔

سفر کی صعوبتیں برداشت کرنے، روپیہ خرچ کرنے اور آرام کی زندگی ترک کرنے کے بعد بھی اگر یہاں آ کر اجتماع سے استفادہ نہ کیا جائے تو مقام افسوس ہے۔ وہ قوم مردہ ہو جاتی ہے جس کے کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہے۔ اس لئے یہ مدنظر رہنا چاہیئے کہ ہمارے اجتماع کا انعقاد محض کھیل نہیں بلکہ دینی اور تربیتی پروگرام ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

"اس اجتماع کا مقصد خالی کھیل کود نہیں بلکہ اس کی غرض نوجوانوں کے اندر وہ قربانی اور اخلاص پیدا کرنا ہے جس کے نتیجہ میں وہ اپنے فرض کو صحیح طور پر ادا کر سکیں۔" (مشعلِ راہ صفحہ ۷۵۷)

امید ہے کہ تمام احمدی نوجوان اپنے اجتماع میں شمولیت کے لئے ابھی سے تیاری میں مصروف ہوں گے اور کثرت کے ساتھ اس بابرکت اجتماع میں شامل ہوں گے۔ قومی کاموں میں شرکت کا احساس ذمہ داری ہمارے دلوں میں جاگزیں رہنا چاہیئے اور ہم میں سے ہر ایک کو نیک نمونہ پیش کرنا چاہیئے۔

اداریہ

اللہ تعالیٰ کی بے حساب رحمتوں اور برکتوں سے معمور ماہ صیام پلک جھپکنے میں گزر گیا ——— شادمانیوں سے عبارت عید الفطر آئی اور گزر گئی ——— ایک مومن کی زندگی میں اس قسم کی متعدد عیدیں آتی اور گزر جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ایک کے بعد دوسری عید کے لئے محو انتظار رہتے ہیں ——— ان عیدوں کے علاوہ اور بھی بہت سے ایسے مسرت انگیز مواقع اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بہم پہنچاتا ہے جو مومنوں کو حقیقی خوشیوں سے معمور کر دینے والے ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس عید الفطر کے موقع پر ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے انگلستان میں ایک "عظیم الشان عید" کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ نے آخری زمانہ میں مسیح اور مہدی کے ظہور کی شکل میں ایک بہت ہی عظیم الشان عید کا سامان کیا اور وہ ہے مسیح و مہدی موعود کی بعثت کے ذریعہ اسلام کا ساری دنیا میں غالب آنا امت کو اتنی بڑی اور اتنی عظیم خوشی پہلے کبھی نہیں ملی تھی اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے بموجب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کے فرزند جلیل کی حیثیت سے مبعوث ہو کر اعلان فرمایا کہ خوش ہو اور خوشی سے اچھلو۔ کیونکہ غلبۂ اسلام کا دن قریب آتا ہے ——— اس سب سے بڑی اور سب سے عظیم الشان عید کی بنیاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے ذریعہ رکھی جا چکی ہے ......... آثار و قرائن کو دیکھ کر میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جماعت کی پہلی صدی مکمل ہونے کے بعد دوسری صدی شروع ہونے کے ساتھ ہی عالمگیر غلبۂ اسلام کی اصل اور حقیقی اجتماعی عید بھی منصۂ شہود پر آنی شروع ہو جائے گی جس طرح ہر عید کی تیاری کی جاتی ہے اسی طرح آسمان میں اب عالمگیر غلبۂ اسلام کی شکل میں ظاہر ہونے والی عظیم ترین عید کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ ہمارے لئے بھی ضروری ہے کہ ہم زمین پر اپنی استعداد کے مطابق اس عید کی تیاریاں کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں۔ ہمیں اس تیاری کے ذریعہ تمام بنی نوع انسان کے لئے خوشیوں کے سامان کرتے ہیں اور اپنی تیاریوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچا کر اس عظیم ترین عید کا شایانِ شان استقبال کرنا ہے۔"

(بحوالہ "الفضل" ۶ اکتوبر ۱۹۷۶ء)

خدا کرے کہ ہم سب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس مہتم بالشان اعلان کے مطابق اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے والے بنیں اور خدا کرے کہ وہ مبارک ساعت ہم اپنی زندگیوں میں دیکھ سکیں جب دنیا "واشرقت الارض بنور ربھا" کا نظارہ دیکھے گی۔ اور تمام بنی نوع انسانی خدائے واحد و یگانہ کی گود میں آکر رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے گی اور جب خدا کا یہ وعدہ پورا ہوگا۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون!

الاحکام تحت ظلال القرآن

# شرائطِ نماز

از مکرم محترم ملک سیف الرحمٰن صاحب فاضل ربوہ

جس طرح ایک اہم اور عظیم الشان کام شروع کرنے سے پہلے مناسب تیاری کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح نماز جیسی عظیم الشان عبادت صحیح اور مکمل طور پر ادا کرنے کے لئے اس سے پہلے چند باتوں کا کرنا ضروری ہے۔ ان باتوں کو شرائطِ نماز کہتے ہیں جو تعداد میں پانچ ہیں:-

(۱) وقت
(۲) طہارت
(۳) ستر عورت یعنی پردہ پوشی
(۴) قبلہ
(۵) نیت

## نماز کی پہلی شرط — وقت:

اوقاتِ نماز کی حکمت: نماز کی اصل غرض یہ ہے کہ تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد خدائے حیّ و قیوم کا نام لیا جائے کیونکہ جس طرح گرمی کے موسم میں انسان تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد ایک ایک دو دو گھونٹ پانی پیتا رہتا ہے تاکہ اس کا گلا تر رہے اور اس کے جسم کو تراوت پہنچتی رہے۔ اسی طرح کفر اور بے ایمانی کی گرم بازاری میں انسانی روح کو حلاوت اور تر و تازگی پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد نماز مقرر کی ہے تاکہ گناہ کی گرمی اس کے جسم کو جھلس نہ دے اور مسموم ماحول اس کی روحانی طاقتیں مضمحل نہ کر دے۔

خوشی ہو یا غمی ہر حالت میں مختلف اوقات کی نماز کے ذریعہ انسان کو خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنے کا موقعہ ملتا رہتا ہے۔ جب دنیا کا نقشِ غریب حسن اسے اپنی طرف کھینچتا ہے تو نماز کی مدد سے وہ خدا کی طرف جھکتا ہے۔ نیز نماز کے لئے وقت مقرر کرنے سے اجتماعیت کی روح زندہ رکھنے کا موقعہ ملتا ہے کیونکہ اس طرح سے لوگ بآسانی جمع ہو سکتے ہیں اور پھر وقت کی یہ تعیین خود انسان کی اپنی مرضی پر نہ چھوڑنے میں یہ حکمت ہے کہ انسان ہر وقت نماز ادا کرنے کے لئے فکر مند رہے اور اس کا احساسِ ذمہ داری بیدار

رہی ہے۔ اگر وقت کی تعیین خود انسان پر چھوڑ دی جاتی تو وقت کی پابندی کی اہمیت جاتی رہتی اور اس میں سستی ظاہر ہونے لگتی۔

چونکہ قلبی کیفیات بدلتی رہتی ہیں اس لئے ایک ہی وقت میں دیر تک عبادت میں مشغول رکھنے کی بجائے مختلف اوقات میں عبادت کا حکم دیا گیا۔ کیونکہ لمبے وقت میں دیر تک توجہ قائم رکھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس سے طبیعت اکتا جاتی ہے لیکن اس کے برعکس اگر وقت مختصر ہو اور وقفہ وقفہ کے کئی بار عبادت بجا لانے کا موقع ملے تو لطف و نشاط قائم رہتی ہے۔ عبادت سہل ہو جاتی ہے اور عبودیت کے اظہار کا بار بار موقع ملتا ہے۔ اس کی یاد دل میں تازہ رہتی ہے اور اس طرح اس کا سارا وقت ہی عبادتِ الٰہی میں صرف ہوتا ہے اور انسان دنیا کے کاموں میں مصروف رہنے کے باوجود اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں ہوتا اور دنیا میں رہ کر بھی وہ اس سے علیحدہ رہتا ہے اور "دست در کار دل بایار" کی مثل اس پر صادق آنے لگتی ہے۔

## اوقاتِ نماز

پانچ اوقات میں نماز فرض ہے جن کی تفصیل یہ ہے:-

**فجر**: جب رات ختم ہوتی ہے اور سپیدۂ صبح نمودار ہوتا ہے تو اس وقت کو فجر کہتے ہیں اور صبح صادق بھی فجر سے لے کر سورج نکلنے سے ذرا پہلے تک اس نماز کا وقت رہتا ہے۔ معتدل علاقوں میں یہ وقت ڈیڑھ گھنٹہ کے قریب بنتا ہے۔ اس وقت میں دو رکعت نماز سنت اور دو رکعت نماز فرض ادا کی جاتی ہے۔

**ظہر**: اس نماز کا وقت سورج ڈھلنے سے شروع ہوتا ہے اور اس وقت تک رہتا ہے جبکہ ہر چیز کا سایہ اس سے دوگنا ہو جائے۔ معتدل علاقوں میں یہ وقت تین گھنٹوں کے قریب بنتا ہے اس وقت میں چار رکعت نماز سنت، چار رکعت نماز فرض باجماعت اور پھر دو رکعت نماز سنت ادا کی جاتی ہے۔ جمعہ کی نماز کا بھی یہی وقت ہے۔

**عصر**: اس نماز کا وقت ظہر کا وقت ختم ہونے سے شروع ہوتا ہے اور سورج ڈوبنے سے کچھ قبل تک رہتا ہے۔ معتدل علاقوں میں یہ وقت اڑھائی گھنٹوں کے قریب بنتا ہے اس وقت میں چار رکعت نماز فرض باجماعت ادا کی جاتی ہے اور اگر کوئی چاہے تو فرضوں سے پہلے چار رکعت سنتیں بھی پڑھ سکتا ہے۔

**مغرب**: یہ وقت سورج ڈوبنے سے شروع ہوتا ہے اور مغربی افق پر سفیدی غائب ہونے تک رہتا ہے۔ معتدل علاقوں میں یہ وقت ڈیڑھ گھنٹہ کے قریب بنتا ہے۔ اس وقت میں تین رکعت فرض نماز باجماعت ادا کی جاتی ہے اس کے بعد دو رکعت سنت اور حسبِ مرضی نوافل ادا کئے جاتے ہیں۔

**عشاء**: مغرب کا وقت ختم ہونے سے عشاء کا وقت شروع ہوتا ہے اور طلوعِ فجر سے کچھ پہلے تک رہتا ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ رات کے پہلے حصہ میں نماز پڑھی جائے۔ اس وقت میں چار رکعت

فرض نماز باجماعت ادا کی جاتی ہے اس کے بعد دو رکعت
نماز سنت اور نوافل جتنی رکعات کوئی چاہے۔ پڑھ
سکتا ہے۔

عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد وتروں کا وقت
شروع ہوتا ہے اور طلوعِ فجر تک رہتا ہے سونے کے
بعد اور طلوعِ فجر سے پہلے اٹھ کر نوافل پڑھنا موجبِ
برکت اور ثواب ہے۔ ان نوافل کی آٹھ رکعات مسنون
ہیں۔ اسے نماز تہجد کہتے ہیں۔

**قضاء:** اگر کوئی بھول جائے یا سو جائے
اور وقت پر نماز نہ پڑھ سکے تو جس وقت یاد آئے یا بیدار
ہو۔ اسی وقت تیاری کر کے نماز پڑھ لینی چاہیئے۔ اس
طرح سے بعد از وقت نماز پڑھنا قضاء کہلاتا ہے۔

غیر معمولی علاقوں میں جہاں رات چوبیس گھنٹے
سے زیادہ کے ہوں یا دن رات تو چوبیس گھنٹے کے ہوں
لیکن ان میں باہمی فرق اتنا ہو کہ قرآن و سنت کی رُو
سے نمازوں کے پانچ اوقاتِ معروفہ کی جو علامتیں مقرر
ہیں وہ نمایاں نہ ہوں اور اوقات کی باہمی تفریق بہت
مشکل ہو مثلاً قطب شمالی کے قریب کے ایسے علاقے
جہاں شام کی شفق (یعنی وہ سرخی اور سفیدی جو سورج
غروب اور طلوع ہونے کے وقت افق پر نمودار ہوتی
ہے) اور شفقِ صبح میں امتیاز نہیں ہو سکتا اور درمیان
میں غسق (اندھیرا) حائل نہیں ہوتا وہاں نمازوں کے
اوقات گھڑی کی مدد سے اندازہ سے مقرر کئے جا سکتے ہیں
اوقات کی تعیین کے لئے یہ اصول مدنظر رکھنا
چاہیئے کہ چوبیس گھنٹوں کے اندر ان اوقات کو اس
طرح پھیلا کر مقرر کیا جائے کہ ان کا درمیانی وقفہ معتدل
علاقوں کے اوقات نماز کے درمیانی وقفہ سے حتی الوسع
ملتا جلتا ہو۔

مجموعی آبادی کی معاشرتی عادت کے لحاظ سے
ان علاقوں میں کام کاج کا جو وقت مقرر ہے وہ دن
اور آرام اور سونے کا جو وقت مقرر ہے وہ رات شمار
ہوگا اور سورج کے طلوع و غروب کی پابندی ضروری
نہ ہوگی۔

## اوقاتِ مکروہہ:

سورج کے طلوع و غروب اور عین دوپہر کے
وقت کوئی نماز نہیں پڑھنی چاہیئے۔ نہ فرض نہ نفل۔
اسی طرح فجر یا عصر کی نماز پڑھنے کے بعد کوئی نفل
نہیں پڑھنے چاہئیں۔ گویا ان اوقات میں نماز پڑھنا
ناپسندیدہ اور مکروہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے اس سے منع فرمایا ہے۔ ان اوقات میں نماز پڑھنا
جو منع کیا گیا ہے اس کی حکمت یہ ہے کہ ان اوقات
میں خصوصاً طلوع و غروبِ آفتاب کے وقت مشرک
اور بت پرست لوگ اپنے معبودانِ باطلہ کی پرستش
کرتے تھے گویا یہ اوقات فروغِ کفر و شرک کا نشان
بن گئے تھے اس لئے توحید کے پرستاروں کو کفر و
شرک کے اس شعار سے دور رہنے کی ہدایت کی گئی۔
اس ممانعت میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ تا انسان کا
دماغ کچھ وقت کے لئے فارغ ہو اور مسلسل مصروفیت
سے اس پر زیادہ بوجھ نہ پڑے اور خدا کی طرف سے

اسے آرام کرنے کا موقع دیا جائے۔ گویا عبادت کے لحاظ سے یہ ایک جبری آرام کا حکم ہے تا کوئی دہمی چوبیس گھنٹے ہی نماز پڑھنے میں نہ لگا رہے اور کچھ وقت ایسا بھی اسے مل جائے جس میں وہ فارغ رہے اور نماز چھوڑنے پر مجبور ہو۔

## نمازیں پانچ فرض ہیں :

سوال: اہلِ قرآن، قرآن میں تین نمازیں ثابت کرتے ہیں نیز یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ نماز جو موجودہ مسلمان ادا کرتے ہیں اس میں غیر قرآنی الفاظ ہیں۔ قرآن میں ایک سجدہ ہے مگر نمازیں وہ ادا کرتے ہیں جو قرآن کے احکام کے خلاف ہے۔

جواب: اہلِ قرآن کا یہ خیال غلط ہے کہ قرآن مجید میں صرف تین نمازیں ثابت ہوتی ہیں۔ قرآن مجید میں جس طرح ان تین نمازوں کا ذکر ہے جو اہل قرآن مانتے ہیں۔ اسی طرح باقی دو نمازوں کا بھی ذکر ہے اور ان سب کا طرز بیان ایک سا ہی ہے۔

پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ سے ہی امتِ مسلمہ پورے تسلسل کے ساتھ روزانہ پانچ بار نماز پڑھتی چلی آئی ہے اور ایک دن بھی ایسا نہیں آیا کہ ساری امت میں سے کسی نے بھی اس دن نماز نہ پڑھی ہو۔ اس حقیقت کو کس طرح صرف وہم اور خیال کی بناء پر جھٹلایا جا سکتا ہے۔

قرآن کریم میں بالاجمال پانچ فرض نمازوں کا ذکر ہے اور حدیث میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

غرض ایک لمبے عرصے کا تاریخی تسلسل اور ملتِ مسلّمہ کا تواتر عملی پانچ نمازوں کو قطعی طور پر ثابت کرتا ہے۔ تاریخ میں کہیں ایک واقعہ بھی نہیں ملتا کہ امت کی اکثریت نے کبھی تین نمازیں پڑھی تھیں اور پھر غلط طور پر پانچ نمازیں ہو گئیں غرض یہ ایک انتہائی مضحکہ خیز خیال ہے کہ اتنے تواتر اور تسلسل سے ہونے والی عبادت کے متعلق اس شبہ کا اظہار کیا جائے۔ کیونکہ یہ تغیر تاریخ کا ایک عملی واقعہ ہے۔ کوئی نظریاتی مسئلہ نہیں کہ عقلی تخیّل کی بنا پر اس میں کسی قسم کے اختلاف کی گنجائش نکالی جا سکے۔

قرآن کریم میں آتا ہے کہ تم نمازیں دعائیں کرو اب دعا تو انسان اسی چیز کی کرتا ہے جس کی اسے ضرورت ہو۔ اور یہ ضروری نہیں کہ اس کی ہر ضرورت قرآنی الفاظ سے ہی ظاہر ہو۔ اسی طرح قرآن کریم نے کہا ہے کہ اپنے رب کی تسبیح کرو۔ اب لازماً جو اس حکم کی تعمیل کرے گا۔ وہ بصورت متکلّم اسے بیان کرے گا۔ یہ سوال بھی محض ایک عقلی ڈھکوسلے پر مبنی ہے کہ نماز کے سارے الفاظ قرآنی ہوں۔ غیر قرآنی کوئی لفظ نہ ہو۔ آخر یہ قرآن کریم کی کس آیت میں لکھا ہے کہ شروع سے لے کر آخر تک نماز میں صرف قرآن کریم کی آیات ہی پڑھتے چلے جاؤ قرآن کریم میں تو صرف اس قدر ہے کہ نماز میں قرآن بھی پڑھو۔ سو ہر مسلمان اس حکم کو مانتا

ہے اور اس پر عمل کرتا ہے اور قرآن کریم کے
کسی حصے کا نماز میں پڑھنا فرض جانتا ہے۔ قرآن
کریم میں یہ کہیں نہیں لکھا ہے کہ نماز میں صرف ایک
سجدہ کیا جائے۔ بلکہ حکم یہ ہے کہ نماز میں سجدہ
کرو۔ کتنے سجدے کرو۔ یہ ہمیں آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنے عمل اور قول سے بتایا۔ دراصل
جیسا کہ شروع میں بیان کیا گیا ہے۔ نماز ایک
ایسی عبادت ہے جسے مسلمان دن میں پانچ
مرتبہ بجا لاتے ہیں۔ اور آغاز اسلام سے اب تک
اس عبادت کو غیر منقطع تواتر حاصل رہا ہے
حضور علیہ السلام کو صحابہ کرامؓ نے دیکھا صحابہ
کو تابعین نے دیکھا۔ اسی طرح یہ تسلسل چلتا چلا
آیا۔ پس یہ کس طرح ممکن ہے کہ مسلمانوں نے نماز
کے اہم ترین حصے کو ترک کر دیا ہو اور یہ تبدیلی
چپ چاپ ہو گئی ہو۔ نہ تاریخوں میں اس کا ذکر
ہو اور نہ ہی مسلمانوں کا چودہ سو سالہ عمل ہی اسے
ظاہر کرتا ہے۔ غرض اس زمانے کے ان نئے شارحین
کو دو راستوں میں سے ایک راستہ لازماً اختیار
کرنا پڑے گا یا تو وہ اس بات سے انکار کریں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ان کے لئے
حجت ہے اور قرآن نے آپ کی یہ جو شان بیان
کی ہے کہ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ
اسے وہ نہیں مانتے یا پھر یہ مانیں کہ اصل نماز
تو وہی ہے جو آنحضرت نے پڑھی ہے لیکن یہ
لوگ اپنی نئی نماز ایجاد کریں گے۔

**سوال:** کیا عین دوپہر کے وقت نماز پڑھ سکتے ہیں اگر
نہیں ہو سکتی تو جمعہ کے دن خطبہ سے پہلے لوگ
بکثرت سنتیں پڑھتے ہیں اس کے متعلق کیا
فیصلہ ہے؟

**جواب:** عین دوپہر کے وقت نماز پڑھنا درست نہیں۔
باقی خطبہ سے پہلے سنتیں پڑھنا جائز ہے کیونکہ
ضروری نہیں کہ خطبہ عین دوپہر کے وقت شروع
ہو بلکہ بہتر یہ ہے کہ سورج ڈھلنے پر مناسب
توقف کے بعد خطبہ شروع کیا جائے تاکہ دوست
سنتیں وغیرہ وقت پر پڑھ سکیں۔

**سوال:** اگر نماز اشراق پڑھتے ہوئے زوال کا وقت آ
جائے تو کیا نماز فاسد ہو جائے گی۔

**جواب:** اگر نفل نماز پڑھتے ہوئے زوال کا وقت ہو جائے
تو نماز فاسد نہ ہو گی۔ بلکہ اس کی تکمیل کرنی چاہیئے
علاوہ ازیں زوال کے وقت نماز پڑھنے کی
ممانعت میں وہ شدت نہیں جو غروب آفتاب
یا طلوع کے وقت میں ہے کیونکہ جمعہ کے دن
مسجد الحرام میں عین دوپہر کے وقت نفل نماز
پڑھنے کی اجازت ہے اور یہ احادیث سے ثابت
ہے۔ دوپہر سے مراد وہ وقت ہے جب سورج
عین سمت الراس میں ہو اور زوال کے قریب ہو
دراصل زوال کے لفظ کا استعمال تقریبی حالت
کے اعتبار سے ہے۔ ورنہ جب ڈھلنا شروع ہو
جاتا ہے تو نماز کا وقت صحیح شروع ہو جاتا ہے
اور مکروہ وقت ختم ہو چکا ہوتا ہے۔ ••

ایک تحقیقی مقالہ

(از مکرم مولینا عبداللطیف صاحب فاضل بہاولپوری)

یہ پُر مغز مقالہ مجلس خدام الاحمدیہ ضلع ہزارہ کے سالانہ تربیتی کلاس میں پڑھا گیا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

"هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ ۙ وَلَوْ کَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَ ۝" (سورۃ الصّف)

تمام مفسرین لکھتے ہیں کہ اس آیت کے مضمون کا مصداق مہدی موعودؑ کے زمانہ میں ظہور پذیر ہوگا اور مہدیؑ کی مساعی جمیلہ سے اسلام تمام مذاہب عالم پر غلبہ پائے گا۔ آج سے چودہ سو سال پہلے سے اس کی خوشخبری دی گئی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو آسمان روحانیت کے عالمتاب سورج ہیں۔ آپ کے ذریعہ عالمگیر دورِ نبوت جاری ہو کر تمام دنیا کے لئے گویا ضحوۃ النہار ہوگیا۔ سورۃ النساءؔ میں فرمایا:-

"اَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا ۝"

یعنی ہم نے تمہاری طرف کھلا کھلا نور اُتارا۔

وہ آسمانی روشنی جسے پہلے انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے دورِ نبوت میں اپنے ملکی اور قومی دائرہ کے اندر محدود پیمانہ پر روشنی پہنچاتے رہے تھے۔ مگر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر تمام دنیا کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کے لئے ایک عالمگیر شریعت جاری ہوئی اور ساری دنیا کو آسمانی انوار سے منوّر کرکے تمام نشئہ ارضی کو بقعۂ نور بنا دینے کا سامان مہیّا کر دیا گیا۔ یہ دور حضرت خاتم الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے شروع ہوا۔ چنانچہ اس زمانہ کے ذہنی ارتقاء اور جغرافیائی حدود کی وسعت کے لحاظ سے جہاں تک انسانی مساعی کی رسائی ہوسکتی تھی وہاں تک یہ نور پہنچایا گیا۔ چنانچہ مشرق بعید کی سرزمین چین بھی ان انوار سے منوّر ہوئی۔ ۶ھ میں صلح حدیبیہ کے بعد ملکی

امن قائم ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہوں
کو تبلیغ اسلام کے خطوط بھجوائے۔

## چین میں تبلیغ اسلام

انہی ایام میں آپؐ نے ایک صحابی حضرت وہاب بن
ابی کبشہؓ کو بھی تبلیغ اسلام کے لئے چین کی طرف بھجوایا۔
اور بادشاہِ وقت کے نام حضورؐ نے ایک خط بھی روانہ کیا
اور ان کی تبلیغ سے وہاں انوار آسمانی کی ضیاء پاشی ہوئی
جس کے نتیجہ میں آج بھی چین میں مسلمانوں کی تعداد سات
کروڑ ہے۔

چینی روایات میں ابن ابی کبشہؓ کا نام مختلف
طریقوں سے درج ہے مثلاً سرتا (SATA) اور
ساکا پا (SA-KA-PA) چین کے مسلمان احترام و
محبت کی بناء پر ان کو سیّد وقوص یا وقوص بابا بھی کہتے
ہیں اور اکثر انہیں پہلا بابا بھی کہتے ہیں۔ ان کے ہمراہ
تین اور شاگرد بھی گئے تھے جو چینیوں میں دوسرا بابا اور
تیسرا بابا اور چوتھا بابا کے نام سے مشہور ہیں۔ وقوص بابا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فرستادہ کی حیثیت
سے خاندان سوئی (SUI) کے پہلے شہنشاہ کائے
ہوانگ (KAI HWONG) کے دربار میں دعوت اسلام
پیش کرنے کی غرض سے پہنچے۔ شہنشاہ نے اعزاز و اکرام کے
ساتھ کینٹن میں ان کا استقبال کیا اور ایک مسجد تعمیر کرنے
کی بھی اجازت دی۔ نیز حدود سلطنت کے اندر اسلامی مذہب
کی آزادانہ بجا آوری کا حق عطا کیا۔ وقوص بابا اپنے مشن
کی تکمیل کے بعد شہنشاہ کا جواب لے کر ۱۱ھ میں جب
واپس آئے تو یہاں آ کر انہیں معلوم ہوا کہ آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے۔ کچھ عرصہ ٹھہر کر وقوص
بابا صاحب پھر چین روانہ ہو گئے۔ چین کی وہ پہلی مسجد
جو وقوص بابا کی تبلیغی مساعی کے نتیجہ میں تعمیر ہوئی اور
جس کا خرچ حکومت چین نے ادا کیا اس کا نام "ہوئی شین"
مسجد ہے (HEDI SHEN) یعنی مسجد بیادگار
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ ۱۲ھ میں وقوص بابا نے
کینٹن میں وفات پائی۔ (دیکھئے کتاب "ہم اور ہماری حکمرانی"
مصنفہ مولانا عبد القیوم ندوی)

## خلافت راشدہ اور فتن

الغرض صحابہ کرامؓ نے اپنی جان۔ مال۔ آبرو اور
وقت قربان کر کے نور اسلام کو دنیا کے کونے کونے میں
پہنچانے کی کوشش کی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے وصال کے بعد خلافت راشدہ کے دور میں ان انوار کی
ضیاء پاشی ربع مسکوں کے ہر گوشہ میں ہونے لگی۔ اگر
خلافت راشدہ کا یہ مبارک دور جاری رہتا تو اس وقت
تمام دنیا اللہ کے نور سے جگمگا اٹھتی اور قرآن کی پیشگوئی
وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا کی تجلی سے
تمام دنیا بقعۂ نور بن جاتی۔ مگر وائے بر حال ما! بدقسمتی
سے خلافت راشدہ کے دور میں نوجوانان عرب کی نئی نسل
نے نعمت خلافت کی قدر نہ کی اور دشمنان اسلام کے آلۂ کار
بن کر نظام خلافت کا شیرازہ بکھیر دیا۔ تب اس نعمت کے
چھن جانے کے بعد مسلمانوں پر طرح طرح کے عذاب اور
فتنے مسلط کر دیئے گئے جن کا نظارہ آنحضرت صلے اللہ

علیہ وسلّم کو کشفاً کرایا گیا تھا اور حضور علیہ السّلام نے فرمایا تھا:۔

"اِنِّیْ اَرَی الْفِتَنَ تَقَعُ فِیْ بُیُوْتِکُمْ کَوَقْعِ الْمَطَرِ"

مَیں فتنے تمہارے گھروں میں بارش کی طرح گرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں

اسلامی قلعہ کی حفاظتی دیوار ۔۔۔۔ خلافت ۔۔۔۔ منہدم ہوئی تو دجّالی اقوام (یاجوج و ماجوج) کو اسلامی حدود میں گھسنے کا موقع مل گیا اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا وہ کشف پورا ہوا کہ:۔

"وَیْلٌ لِّلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْیَوْمَ مِنْ رَدْمِ یَاجُوْجَ وَمَاجُوْجَ هٰكَذَا"

(بخاری)

یعنی عربوں کی ہلاکت ہے اس شر سے جو قریب آگیا ہے۔ (دجّالی اقوام) یاجوج و ماجوج کے حملوں سے بچاؤ کے لئے جو دیوار قائم کی گئی تھی آج اس میں اس انگلی کے نشان کی طرح سوراخ پیدا ہو گیا ہے جس سے یاجوج ماجوج کو اس میں داخل ہونے کا موقع میسّر آجائے گا۔ وہ اسلام جو اُمنڈتے سیلاب کی طرح شرک و کفر کے ہر خس و خاشاک کو بہاتے ہوئے اور اپنا اثر و نفوذ بڑھاتے ہوئے تمام مذاہب کو کچل کر ان پر غالب آرہا تھا۔ اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ کی پیشگوئی کا ظہور تجلّی تامہ کے ساتھ ہو رہا تھا۔ خلافتِ اسلامیہ کی دیوار کے گرنے پر اس فاتح مذہب کا عروج و اقتدار ناخلف مسلمانوں کی وجہ سے روبہ زوال ہوا اور فیج اعوج کی وہ اندھیری رات جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زبانِ مبارک سے لَیْلَةً عُمْیَا کا نام پا چکی تھی اور جس کی لمبائی کا زمانہ قرآن و حدیث اور صحفِ سابقہ کی تصریحات کے بموجب ایک ہزار سال کا تھا۔ دنیا پر چھا گئی اور اسلام کا سورج غروب ہونے لگا۔

## مسلمانوں کی حالتِ زار

مسلمان صرف نام کے رہ گئے۔ انھوں نے قرآنِ مجید سے منہ موڑ لیا اور بحر و بر میں فساد برپا ہو گیا۔ عوام بھی بگڑ گئے اور علماء بھی۔ انھیں چاہیئے تو یہ تھا کہ اسلام کی تبلیغ سے کفّار کو مسلمان بناتے الٹا مسلمانوں کو کافر بنانے کا دھندا اختیار کر لیا اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا یہ ارشاد پورا ہوا کہ:۔

"عُلَمَاءُ هُمْ شَرُّ مَنْ تَحْتَ اَدِیْمِ السَّمَاءِ۔ مِنْهُمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَفِیْهِمْ تَعُوْدُ۔"

یعنی ان کے علماء بدترین مخلوق ہوں گے انھیں سے فتنے نکلیں گے اور انھیں میں لوٹیں گے۔

ایک اور موقع پر حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہ فرمایا:۔

"تَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ فَزْعَةٌ فَیَصِیْرُ النَّاسُ اِلٰی عُلَمَائِهِمْ فَاِذَا هُمْ قِرَدَةٌ وَّخَنَازِیْرُ"

(کنز العمّال)

یعنی میری امت میں ایک وقت میں
فتنوں کے باعث گھبراہٹ پیدا ہوگی
اور لوگ اپنے علماء کی طرف رجوع کرینگے
مگر وہ تو بندر اور خنزیر ہوں گے یعنی
ان کا کردار ادا کر رہے ہوں گے۔

## امّت کے لئے خوشخبری

ان پُرآشوب فتن کے ظہور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے امت کو خوشخبری بھی دی تھی کہ وہ ان فتنوں سے گھبرائیں نہیں فرمایا:۔

"کَیْفَ تَہْلِکُ اُمَّتِیْ اَنَا فِیْ
اَوَّلِہَا وَالْمَسِیْحُ فِیْ اٰخِرِہَا"
(ابن ماجہ)

میری امت کس طرح ہلاک ہو سکتی ہے
جس کا پیشوا ابتدا اوّل میں میں ہوں
اور آخر میں مسیح موعودؑ ہوگا۔

اور یہ بھی فرمایا کہ ——— "پہلی امّتیں بہتّر فرقوں میں بٹ گئیں۔ میری اُمّت تہتّر فرقوں میں بٹ جائے گی ان میں سے ایک کے سوا سب آگ میں پڑیں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ وہ کون سا فرقہ ہوگا۔ جو آگ سے نجات یافتہ اور جنّتی ہوگا۔ فرمایا جس طریق پر میں اور میرے صحابہؓ ہیں" (وہ اسی طریق پر قائم ہوں گے) ——— صحابہ کرامؓ کی زندگی کا دستور العمل کیا تھا؟ نبیؐ کا مقدس وجود ان کے سامنے تھا اُنؐ کے اُسوۂ حسنہ کی تکمیل صحابہؓ کا نصب العین تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد خلافت راشدہ کا نظام ان کی زندگی کا مطمح نظر رہا جو ہر قسم کے عروج و اقتدار کا ضامن تھا۔ اس مبارک نظام خلافت کے اُٹھ جانے کے بعد اس کے دوبارہ قائم ہونے کی بشارت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمائی:۔

"ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى
مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ"

کہ منہاج النبوت پر قائم رہنے والی
خلافت کا دور پھر جاری ہو جائیگا۔

اس مبارک دور عہد جدید کو دوبارہ لانے والے مقدس
وجود کی بشارت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں
فرمائی کہ ۔۔۔ جب ایمان دنیا سے اٹھ چکا ہوگا
تو اللہ تعالیٰ ابنائے فارس میں سے ایک شخص کو مبعوث
فرمائے گا۔ جو قلوبِ انسانی سے نکلے ہوئے ایمان کو واپس
لاکر دلوں میں مضبوط کر دے گا اور اسلام کا جھنڈا سارے
عالم میں لہرائے گا۔ اور غلبۂ اسلام کا کام اس کے ہاتھوں
سرانجام پائے گا۔ اور وہ صحابہؓ جیسی ایک جماعت تیار
کر دے گا جو اپنی جانی و مالی قربانیوں سے ان کے ہم رنگ
ہو گئے ۔۔۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ۔۔۔

"وہ امام الزمان ہوگا۔ جب تم اس کا زمانہ پاؤ تو دوڑ
کر اس کی بیعت کرنا خواہ تمہیں برف کے تودوں سے
گزرنا پڑے ۔۔۔" اسے مہدیؑ کا خطاب دیتے
ہوئے اس کے وجود کو اپنا وجود قرار دے کر فرمایا۔
"اِسْمُهٗ اِسْمِيْ" اسم یعنی ذات کے بھی آتا
ہے۔ یعنی اس کا وجود بروزی رنگ میں گویا میرا وجود
ہوگا اور اسے مسیحؑ کا خطاب دے کر فرمایا:۔

"يَكْسِرُ الصَّلِيْبَ وَيَقْتُلُ
الْخِنْزِيْرَ"

وہ غلبۂ عیسائیت کے صلیبی زور کو
توڑ دے گا اور روحانی تہذیبِ مغرب
(جو ہر قسم کی فحشاء اور بے حیائیاں
کا مرقع ہے۔ اس) کا قلع قمع کر دیگا

اس کی آمد کا زمانہ چودھویں صدی بتلایا جو غلبۂ اسلام
کے لئے زمانۂ لیلۃ القدر ہوگا۔ اس چودھویں صدی میں
اس کے ظہور کی آسمانی اور زمینی علامتیں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے بتاتے ہوئے فرمایا:۔

"اِنَّ لِمَهْدِيِّنَا اٰيَتَيْنِ لَمْ
تَكُوْنَا مُنْذُ خَلْقِ اللّٰهِ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ" (الحدیث)

کہ ہمارے مہدیؑ کی صداقت کی شہادت
کے لئے دو نشان ایسے ظاہر ہوں گے
جو آج تک کسی مہدی کے لئے ظاہر
نہیں ہوئے۔

اور وہ یہ کہ رمضان شریف میں چاند گرہن کی پہلی رات
اور سورج گرہن کی تاریخوں کے دوسرے دن گرہن ہوگا
یہ نشان دنیا نے دیکھ لئے مگر افسوس کہ شقاوتِ قلبی
کے باعث انھیں قبولِ حق کی توفیق نہ ملی۔ حالانکہ اسی
صدی کی ابتداء میں تمام دنیا کے مسلمان بڑی شدت
اور بے تابی سے ظہورِ مہدیؑ کے منتظر تھے۔

چنانچہ خواجہ حسن نظامی دہلوی نے جب ممالکِ
اسلامیہ کی سیاحت کی تو اپنے حالاتِ سفر میں لکھا کہ:۔

"ممالکِ اسلامیہ کے سفر میں جتنے
مشائخ اور علماء سے ملاقات ہوئی
میں نے ان کو امام مہدیؑ کا بڑی بیتابی
سے منتظر پایا۔" (اہلحدیث ۲۶ جنوری ۱۹۱۲ء)

## ۱۴ چودہویں صدی اور تجدید دین

امّتِ مُسلمہ ہر صدی میں مجدّد کے مبعوث ہونے کی معتقد ہے اور پہلی صدیوں میں سے کسی صدی کو مجدّد سے خالی نہیں مانتی مگر موجودہ صدی مجدّد سے کیوں خالی گئی؟ اس صدی میں صرف ایک ہی مقدس وجود حضرت مرزا غلام احمدؐ صاحب قادیانی علیہ الصّلوٰۃ والسلام تھے۔ جنہوں نے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا مگر دنیا نے انہیں ٹھکرا دیا۔ آپؑ نے مہدیؑ و مسیح موعود ہونے کا بھی دعویٰ کیا۔ تجدیدِ دین اور غلبۂ اسلام کے لئے وہ کام اور فرائض جو مجدد اور مہدی و مسیحؑ کے بتلائے گئے وہ سب حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام بخوبی ادا کر کے دنیا کو اپنی صداقت کا قائل کر گئے جس کے اعتراف سے اگرچہ متعصّب حاسدوں کی زبانیں تو گنگ رہیں مگر دانش ورانِ ملک و ملت کی زبانوں اور قلموں سے اس کا اظہار برملا ہوتا رہا۔

تجدیدِ دین کے لئے وہ کون سے کام اور فرائض تھے جن کی انجام دہی کے لئے مہدی و مسیحؑ کی آمد کی ضرورت تھی اور وہ کام وقت کے علماء و مشائخ سے نہیں ہو سکتے تھے۔ ان کاموں کا ذکر قرآنِ کریم اور احادیثِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے ان میں سے صرف تین فرائض کا ذکر کیا جاتا ہے جن کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے:-

"هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝"

(سورۃ الصّف)

اس آیت میں تین امور کا ذکر ہے:-

(۱) ارسالِ رسول

(۲) اَلْهُدٰی

(۳) دین الحق

ان تین امور کے اجتماع سے جو کہ تھے امر اظہارِ دین یعنی غلبۂ اسلام کا ظہور لازمی ہے کیونکہ ارسالِ رسول کا مقصد ہی یہی تھا۔

اس آیت میں اشارہ ہے کہ دنیا پر ایک ایسا وقت آئے گا جبکہ دجالی اقوام یاجوج ماجوج مظاہر شیطانی بن کر حسبِ ارشادِ الٰہی "حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ۝" (سورۃ الانبیاء) دنیا میں شرّ و فساد پھیلانے کے لئے نکل کھڑے ہوں گے اور ان اقوام کی دجّالی کارستانیوں سے اسلام سخت مصائب اور فتن میں گھر جائے گا۔ دشمنانِ اسلام، گندے اعتراضات کے انبار اور طعن و تشنیع کی بھرمار سے بڑے زہر آلود تیر برسا رہے ہوں گے۔ تا مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ اور متنفّر کر کے ان کی راہِ ارتداد ہموار کی جا سکے۔ اِدھر علمبردارانِ اسلام علماء و صوفیاء بھی قرآن و سنتِ نبویؐ کی اتباع چھوڑ کر اسلام کے صراطِ مستقیم سے ہٹ چکے ہوں گے اور وہ صرف نام کے اسلام پر قانع ہوں گے۔ اس وقت

اسلام سخت مقہور و مغلوب ہو چکا ہوگا اور غلبۂ اسلام
کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی ہوگی یہاں تک کہ دردمندانِ
اسلام ، اسلام کی یہ حالت زار دیکھ کر مرثیے پڑھ رہے
ہوں گے ۔ تب اس نازک وقت میں اللہ تعالیٰ اس مردِ
خدا کو خلعت نبوت و رسالت پہنا کر کھڑا کرے گا جس
کی طرف الفاظ ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ اشارہ کر
رہے ہیں ۔ اسلام کے اس فاتح جرنیل کو اللہ تعالیٰ غلبۂ
اسلام کی ایک اعلیٰ سکیم سکھا کر اسے ایسے زبردست آسمانی
ہتھیاروں سے مسلح کرے گا جن کا مقابلہ نہ کوئی مذہب
کر سکے گا اور نہ کوئی سیاسی طاقت ۔ جو بھی مقابلہ پر آئیگا
شکست و ذلت کا نشان بنے گا ۔ پس آپ کی بعثت
پر آپ کا پہلا کام بحیثیت رسول اور نبی ہونے کے
یہ ہوگا کہ آسمانی علوم اور ان زبردست اخبارِ غیبیہ سے
جنہیں وہ بذریعہ وحی و الہام خدا تعالیٰ سے براہ راست
حاصل کرے گا ۔ دنیا کو آگاہ کر کے خدائے ذوالجلال کی
جلالی تجلیات کا مشاہدہ کرائے غلبۂ اسلام کا زندہ
ثبوت پیش کرے گا ۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام
نے ان بڑے عظیم الشان اخبارِ غیبیہ سے دنیا کو آگاہ
کرتے ہوئے یہ الہام سنایا ۔

"دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے
اُسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول
کرے گا اور بڑے زور آور حملوں
سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا ۔"
(تذکرہ)

ان بڑے زور آور حملوں کے متعلق یہ بتایا کہ
دنیا میں بڑے بڑے زبردست انقلابات آئیں گے جن
سے ان بڑی حکومتوں کے تختے الٹ جائیں گے جو
اسلام کی راہ میں حائل ہیں ۔ وہ سلطنتیں جو دنیا کی
نگاہ میں پہاڑوں کی طرح مضبوط قدم جمائے ہوئے
تھیں وہ تنکے سے اڑا دی جائیں گی ۔ چنانچہ زار روس
کی حکومت جو آدھی دنیا میں چھائی ہوئی تھی اس کے
متعلق بتایا کہ ع

"زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحالِ زار"
(تذکرہ)

سلطنت ایران کے متعلق الہام سنایا ۔

"تزلزل در ایوانِ کسریٰ فتاد"

رومی حکومت کے متعلق یہ وحی الٰہی پیش فرمائی :-

"غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَی
الْاَرْضِ وَھُمْ مِّنْ بَعْدِ
غَلَبِھِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ۔"

یعنی اہل روم نزدیک کی زمین میں
مغلوب کئے جائیں گے اور مغلوب
ہونے کے بعد عنقریب غلبہ پائیں گے
اور اس کی دوسری قرأت یہ بھی سنائی ۔
"سَیُغْلَبُوْنَ" یعنی اس غلبہ
کے بعد پھر مغلوب ہوں گے ۔ وغیرہ وغیرہ

ان اخبارِ غیبیہ کی تصدیقی شہادت کے لئے
جب سیاسی انقلابات صفحۂ ارضی پر نمودار ہوئے تو
دنیا نے ان کا مشاہدہ کر لیا اور حضور نے اپنی ذات
کے متعلق بھی یہ الہام سنایا :-

### "لَکَ الْفَتْحُ وَالْغَلَبَۃُ"

(الاستفتاء عربی صفحہ ۴۶)

یعنی تیرے لئے فتح اور غلبہ مقدر ہے

اس فتح اور غلبہ کی میعاد دوسرے الہام میں یہ بتائی گئی ہے:- "نصرت و فتح و ظفر تا بست سال"

یعنی اس فتح و نصرت اور ظفر کا ظہور بیس سال تک ہوگا۔

یہ الہام ۱۹۰۴ء میں ہوا اور ٹھیک بیسویں سال یعنی ۱۹۲۴ء میں اس پیشگوئی کے ظہور کے لئے غیبی سامان پیدا ہوئے۔ اسی سال لندن میں ویمبلے مذاہب عالم کانفرنس منعقد ہونا قرار پائی اور اس میں اسلام پر مضمون سنانے کے لئے کمیٹی کے نائب صدر ڈاکٹر مسٹر تھامس ڈبلیو آرنلڈ اور پروفیسر مارگولیتھ اور انگلستان کے سربرآوردہ مستشرقین کی طرف سے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دعوت نامہ پہنچا۔ آپ مضمون تیار فرما کر اس سفر کے لئے تیار ہوئے اس سے قبل حضور کو بھی اس مبارک سفر کی کامیابی کے لئے کئی ایک رؤیا ہو چکے تھے۔ جب حضور کا یہ معرکۃ الآراء مضمون ۲۳ر ستمبر ۱۹۲۴ء کو کانفرنس میں پڑھا گیا جس نے یورپ میں اسلام کی روحانی فتح کی بنیادیں رکھ دیں تو آخر میں پریذیڈنٹ سر تھیوڈر ماریسن نے آپ کا شکریہ ادا کیا اور لوگوں نے محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کو جنہوں نے مضمون پڑھا تھا مبارکباد دی

اس موقعہ پر اسلام کی فتح و ظفر کا ایک اور بھی عجیب نشان ظاہر ہوا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے دست مبارک سے ساؤتھ فیلڈ لندن میں ۱۹ر اکتوبر ۱۹۲۴ء کو مسجد فضل کی بنیاد رکھی اور اس کے بعد اسلامی جھنڈا لہرایا گیا۔ اس طرح کفرستان یورپ کے مرکز میں توحید الٰہی کا ترانہ سنانے کے لئے اسلامی قلعہ (مسجد) تعمیر ہو کر مشرک اقوام کے کانوں میں آواز توحید اور اللہ اکبر کی صدائیں گونجنے لگیں۔ اس مسجد کے محل وقوع پر اگر آپ نگاہ ڈالیں تو "لُد گیٹ" کے سامنے آپ کو یہ خدا کا گھر نظر آئے گا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی کی تعبیر آپ کی آنکھوں کے سامنے آجائیگی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مسیح موعود دجال کو تلاش کرے گا آخر اسے باب لُد کے پاس پالے گا اور اس کو قتل کر دے گا۔

"حَتّٰی یُدْرِکَہٗ بِبَابِ لُدٍّ فَیَقْتُلُہٗ" (صحیح مسلم)

یعنی باب لُد کے پاس قتل دجال کا انتظام کیا جائے گا۔

اس مسجد کی تعمیر نے مغربی اقوام کی ذہنیت میں ایک بڑی زبردست تبدیلی پیدا کر دی۔ وہ ہستیاں جو کلمہ توحید اپنے ملک میں سننا گوارا نہیں کرتی تھیں۔ اب اسے سن کر بڑے شوق سے اپنی ذہنیتوں کا جائزہ لے کر اسلام کے قریب ہو گئیں اور اسلام کی دلآویز تعلیم سے متاثر ہو کر ـــــ طبائع سلیمہ نے اسلام قبول کر لیا اور کر رہے ہیں۔

(باقی آئندہ)

مذہب اور سائنس



# ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

مضمون مکرم شیخ عبد القادر صاحب محقق لاہور

امریکہ کا ایک خلائی جہاز جولائی میں مریخ کی سطح پہ اترا ہے۔ مریخ کے متعلق پرانا خیال ہے کہ وہاں زندگی موجود ہے۔ شاید اس خلائی مہم میں اس امر کا فیصلہ ہو سکے۔ کہ مریخ خلیۂ حیات سے تہی دامن ہے یا وہاں زندگی کسی نہ کسی صورت میں موجود ہے اس مہم کی وجہ سے ایک دفعہ پھر یہ سوال پیدا ہو گیا ہے کہ آسمانی کرّوں میں بھی کوئی مخلوق ہے یا نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی صفت رب العلمین کی رُو سے ماننے تو سبھی ہیں کہ کائنات کی پہنائیوں میں حیات کے خلیئے رقصاں ہیں [illegible] ہیں۔ نظام شمسی کے باہر دوسرے کرّے بھی حیات سے معمور ہیں۔ اب سائنسدان اس نظام شمسی میں بھی دوسری جگہ حیات کی تلاش میں ہیں۔ کیلی فورنیا سے عیسائیوں کا ایک معروف رسالہ

SIGNS OF THE TIMES

نکلتا ہے۔ اس کے ایک ورق پر کسی عقیدے یا مسئلے پر اظہار خیال ہوتا ہے۔ اپریل ۷۶ء کے شمارہ میں ایک صاحب سوال کرتے ہیں:۔

"میں اس بارہ میں بائیبل کا کوئی حوالہ چاہتا ہوں کہ دوسرے کرّوں میں بھی آبادی ہے۔ کسی اور نظام شمسی میں بھی لوگ بستے ہیں؟"

جواب ہے:۔

SORRY. I CAN'T FIND ANY TEXTS THAT CLEARLY SETTLE THAT QUESTION

مجھے افسوس ہے کہ میں بائیبل میں کوئی واضح حوالہ نہیں پا سکا جو یہ عقدہ حل کرا سکے۔

بعض مبہم حوالے پیش کرنے کے بعد اس پلوٹ کے آخر میں لکھتے ہیں:۔

کیا اللہ تعالیٰ کی آفاقی محبت کا مہبط صرف یہی کرہ ارض ہے؟ عقل اسے تسلیم نہیں کرتی۔ ماننا پڑتا ہے کہ اس کی تخلیقی محبت میں دوسرے کرّے بھی شریک ہیں۔ یہ بات کہ ساری کائنات خالی ہے اور ہماری زمین آبادی سے معمور استمرار کے خلاف ہے (مفہوم)

اس کے برعکس ایک اور اقتباس ملاحظہ ہو:۔

MANY SINCERE CHRISTIANS REJECT LIFE ON OTHER PLANETS ARGUING THAT CHRIST MUST THEN BE CRUCIFIED ON EVERY STAR IN THE SKY.

(SPACEMEN IN THE ANCIENT EAST BY W. RAYMOND DRAKE P.17)

بہت سے مخلص عیسائی دوسرے ستاروں میں آبادی کے نظریہ کو محض اس وجہ سے رد کر دیتے ہیں کہ اس صورت میں یہ ماننا پڑے گا کہ ہر ستارے میں مسیح مصلوب ہوا (کیونکہ نجات کی یہی صورت عیسائیت نے پیش کی ہے)۔

جرمنی کے پروٹسٹنٹ چرچ نے اعلان کیا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ خدا کی تخلیق عام کا تقاضا ہے کہ ساری کائنات میں انسان موجود ہو لیکن زیادہ تر لوگ اس نظریئے کو عیسائیت کے مطابق کر کے اس میں ہم آہنگی نہیں کر سکے (کیونکہ صرف اسی دنیا میں مجسم خدا کارفرما ہوا۔ اس بنیادی عقیدہ سے یہ خیال متباین ہے)۔

(کتاب مذکور صـ۱۸)

یہ عقیدہ ویٹیکان میں بھی پہنچا۔ پوپ پی اس دوازدہم کے زیر غور رہا ہے۔ سوال یہ تھا کہ اگر دوسرے کروں میں بھی ذی شعور آبادی اور مخلوق ہے تو ان کی نجات کا کیا وسیلہ ہے۔ اس کرے میں خدا نے اپنا بیٹا بھیجا اس نے اپنے خون کے ذریعہ کفارہ دیا۔ کیا کفارہ آفاقی ہے یا ہمارے کرے تک محدود ہے؟ کائنات میں ہماری زمین کی حیثیت سوئی کے ناکے کے برابر بھی نہیں۔ کیا وجہ ہے کہ خدا یہاں مجسم ہوا اور اسی کرہ میں نجات کا سامان ہوا۔ دوسرے کروں کے لوگ نجات کی اس منفرد صورت سے محروم ہیں؟

اس اہم سوال کے جواب میں تقدس مآب پوپ نے صرف اتنا ارشاد فرمایا کہ عقل تسلیم نہیں کرتی کہ دوسرے کروں میں ذی شعور آبادی نہ ہو لیکن وہ شاید گناہ سے مبرا ہیں اس لئے مجسم خدا ہمارے کرہ سے خاص ہے۔

POPE PIUS XII DECLARED THAT MEN ON OTHER WORLDS MAY LIVE IN A STATE OF GRACE WITHOUT REDEMPTION BY THE SON OF GOD.

(SPACEMEN P.18)

پوپ پیئس دوازدہم نے اس عقدہ کا حل یہ پیش کیا ہے کہ دوسرے کروں میں جو انسان آباد ہیں وہ شاید خدا کے فضل اور اس کے لطف و کرم کی حالت میں جی رہے ہیں۔ کہ ان کو خدا کے بیٹے کے واسطے سے نجات کی ضرورت نہیں۔

یہ جواب اپنی ذات میں کتنا مکمل ہے۔ کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں۔ ریسے منڈ ڈریک (مصنف مذکور) لکھتا ہے کہ :-

"یہ وہ مذہبی دقیقہ سنجی ہے جو کہ ایک عام سطح کا آدمی سمجھ نہیں سکتا"

(صفحہ ۱)

مان لیجئے کہ دوسرے ستاروں کے لوگ معصوم ہیں۔ گناہ ہم زمین کے باسیوں کے حصہ میں آیا۔ گنہگار ہمیں ہم ہیں۔ پھر بھی سوال پیدا ہوتا ہے کہ :-

کیا گناہ سے مبرا لوگوں کو دیدار الٰہی کی بھی ضرورت نہیں۔ اس کرّے میں خُدا مجسم ہو کر نظر آیا۔ دوسرے کرّے اس انعام سے محروم ہیں تو کیوں؟

مجھے یاد ہے کہ تقسیم کے چند سال بعد جناب پادری عبدالحق صاحب جو مسلمان سے عیسائی ہوئے۔ لاہور تشریف لائے۔ نیلا گنبد چرچ میں "نجات پُر ان کا لیکچر تھا۔ بعد میں سوالات کا موقع دیا گیا۔ یہی سوال میں نے کھڑے ہو کر کر دیا۔ کفارہ آفاقی ہے یا اس کرہ ارضی تک محدود ہے؟ خُدا نے صرف اسی کرّہ میں تجسم اختیار کیا باقی لوگ اس نعمتِ عظمیٰ سے محروم ہیں؟۔ اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا شرف ہماری زمین کو حاصل ہوا۔ دوسرے کرّے دیدارِ الٰہی سے بے نصیب ہیں؟ اگر انجیل ایک آفاقی پیغام ہے تو اس مسئلہ پر اس نے کیا روشنی ڈالی ہے؟

جواب ملا ؎

تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

اب دیکھتے ہیں کہ قرآن حکیم نے اس سوال کا کیا جواب دیا ہے :-

قرآن حکیم کی پہلی سورت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمام جہانوں کی روحانی و جسمانی ربوبیت کرنے والا اللہ رحمٰن الرحیم ہے۔

اس نے زمین میں اور آسمانوں میں یکساں چلنے والی مخلوق پیدا کی ہے اور وہ اسکے جمع کرنے پر بھی قدرت رکھتا ہے۔ فرمایا :-

"اور اس کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور ان جانداروں کا جو ان میں پھیلا رکھے ہیں اور جب چاہے گا ان لوگوں کے جمع کرنے پر وہ قادر ہے"

(الشوریٰ - ۱۸)

"تمام لوگ جو آسمانوں اور زمین میں ہیں خُدا کے رُوبرو عبد بن کر حاضر ہوں گے"

(مریم - ۹۳)

"اللہ تعالیٰ نے سات آسمان بنائے اور ان کی مثل و مطابق زمینیں ان میں برابر خُدا تعالیٰ کا امر نازل ہوتا ہے"

(الطلاق : ۱۳)

اس آخری آیت کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

"ان میں سے ہر زمین میں نبی ہے تمہارے نبی جیسا اور آدم ہے تمہارے آدم جیسا۔ اور نوح ہے تمہارے نوح جیسا۔ اور

ابراہیم ہے تمہارے ابراہیم جیسا۔ اور
عیسٰی ہے تمہارے عیسٰی جیسا۔"

(بیہقی شعب الایمان)

علامہ آلوسی (وفات ۱۲۷۰ھ) اپنی تفسیر میں
اس روایت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔
"اس کو صحیح ماننے میں نہ عقلاً کوئی چیز
مانع ہے نہ شرعاً۔ مراد یہ ہے کہ ہر
زمین میں ایک مخلوق ہے جو کہ اصل کی
طرف اس طرح راجع ہوتی ہے جس
طرح بنی آدم ہماری زمین میں آدم
علیہ السلام کی طرف راجع ہوتے ہیں اور
ہر زمین میں ایسے افراد پائے جاتے
ہیں جو اپنے ہاں دوسروں کی بہ نسبت
اسی طرح ممتاز ہیں جس طرح ہمارے
ہاں نوح، ابراہیم علیہما السلام ممتاز
ہیں۔"
(روح المعانی تفسیر الالوسی الطلاق ۱۲ کی تفسیر)

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اپنی کتاب
"تحذیر الناس" میں فرماتے ہیں :۔
(الف) میرا یہ عقیدہ ہے کہ حدیث مذکور (اثر ابن
عباس رضی اللہ عنہ) صحیح اور معتبر ہے اور اکا ثناً بند
ہیں۔ ناقل) زمین کے طبقات جدا جدا
ہیں اور ہر طبقے میں مخلوق الٰہی ہے۔" (ص ۱)
(ب) اگر فرض کیجئے آپ (آنحضرت صلعم) کے
زمانہ میں بھی اسی زمین میں یا کسی اور زمین

میں یا آسمان میں کوئی نبی ہو تو وہ اس وصف
نبوت میں آپ ہی کا محتاج ہوگا اور اس کا
سلسلہ نبوت بہر طور آپ پر مختتم ہوگا۔" (ص ۱۲)
(ج) ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ
"آسمانوں میں سید السموات وہ ہے جس میں
عرش الٰہی ہے اور زمینوں میں بزرگ ترین
وہ ہے جس پر آپ ہیں۔"
(بحوالہ حضرت شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ ص ۱۷)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اپنی مشہور کتاب "اسلامی
اصول کی فلاسفی" میں لکھتے ہیں :۔
"فرمایا یُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ
وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔
یعنی آسمانوں کے لوگ بھی اس کے نام کو پاکی
سے یاد کرتے ہیں اور زمین کے لوگ بھی۔ اس
آیت میں اشارہ فرمایا کہ آسمانی اجرام میں آبادی
ہے اور وہ لوگ بھی پابند خدا کی ہدایتوں کے
ہیں۔" (اسلامی اصول کی فلاسفی ص ۱۲۶)

آپ کے ملفوظات میں ہے :۔
"جس خدا نے اس ایک چھوٹی سی زمین کے
واسطے اتنا وسیع سامان پیدا کیا اس نے کیونکر
تمام آبادیوں کے واسطے سامان نہ پیدا کئے ہوں گے
وہ سب کا یکساں رب ہے اور سب کی ضرورتوں کا واقف۔"
سیاق کلام میں ارشاد فرمایا :۔
"ہمارا خدا کہتا ہے کہ وہ رب العالمین ہے یعنی
وہ کل جہانوں کا رب ہے اور کہ جہاں جہاں کوئی آبادی ہے

دیس بدیس



# مشرقی افریقہ کے معاشی حالات

یہ مقالہ الجمعیۃ العلمیہ جامعہ احمدیہ کے سیمینار مشرقی افریقہ ۱۹۷۵ء میں پڑھا گیا۔

(ادارہ)

(محترم صوفی محمد اسحاق صاحب سابق مبلغ مشرقی و مغربی افریقہ)

مشرقی افریقہ براعظم افریقہ کا وہ حصہ ہے جو بحر ہند کے مغربی کنارے پر موزمبیق سے لے کر صومالیہ تک پھیلا ہوا ہے۔

زیر نظر مضمون میں برٹش ایسٹ افریقہ کے معاشی حالات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ جس میں کینیا، یوگنڈا، تنزانیہ، جزیرہ زنجبار اور جزیرہ پمبا شامل ہیں۔ ان علاقوں کا مجموعی رقبہ ۶۸۳۰۰۰ مربع میل ہے۔ اور آبادی ساڑھے چار کروڑ کے قریب ہے۔ تنزانیہ کی آبادی ڈیڑھ کروڑ سے کچھ زائد۔ کینیا کی ڈیڑھ کروڑ سے کچھ کم یوگنڈا کی سوا کروڑ کے قریب اور زنجبار اور پمبا کی آبادی چار لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ ان ممالک کے اصل باشندے بانتو نسل سے تعلق رکھتے ہیں جن کی اکثریت ہے۔ تاہم ہندوستانی، عرب اور انگریز بھی پائے جاتے ہیں۔

عربوں کا تعلق زنجبار سے تقریباً دو ہزار سال سے چلا آرہا ہے۔ پہلے یہ سلطنت عمان کے ماتحت تھا۔ پھر ۱۸۳۲ء میں غلاموں کی تجارت کی منڈی بن گیا تو مسقط کی بجائے زنجبار کو عمانی سلطنت کا دارالحکومت بنایا گیا۔ مشرقی افریقہ کے بقیہ حصوں سے عربوں کا تعلق تقریباً آٹھویں صدی عیسوی سے چلا آرہا ہے اور اُن کی بیسیوں بستیاں تنزانیہ اور کینیا کے ساحلوں پر موجود ہیں۔ مشرقی افریقہ سے عربوں کا تعلق تجارت سے قائم ہوا۔ ہندوستانیوں کا داخلہ ان ممالک میں اُس وقت شروع ہوا جب گذشتہ صدی کے اواخر میں یوگنڈا اور کینیا میں ریل کی پٹڑی بچھنے لگی اُس کے لئے انگریزوں نے ہندوستان سے کاریگر اور مزدور بھرتی کئے جن کی نسلیں بعد ازاں یہاں مقیم ہو گئیں اور ان ممالک کی اقتصادیات پر چھا گئیں۔ چنانچہ کریانہ کی دکانیں، کپڑے کا کارخانہ یا صنعت و حرفت اور بہت حد تک سرکاری اور غیر سرکاری ملازمتوں پر انہی کا قبضہ تھا۔

ہندوؤں کا رجحان تجارت کی طرف تھا تو سکھوں کا میلان صنعت کی طرف۔ لکڑی کا کاروبار سکھوں کے ہاتھ میں تھا۔ تاہم یہ بڑے محنتی اور ماہر کاریگر شمار ہوتے ہیں۔

آبادی کے لحاظ سے چوتھے نمبر پہ یورپین تھے جن کی ابتداء سولہویں صدی عیسوی سے ہوئی۔ جبکہ پرتگیزیوں نے ممباسہ پر قبضہ کر کے عربوں کے کئی تجارتی مراکز چھین لئے۔ لیکن ۱۶۳۱ء میں عربوں نے جوابی حملے شروع کر دئے اور ۱۷۸۴ء تک سب یورپینوں کو وہاں سے مکمل طور پہ نکال دیا۔ انیسویں صدی کے چوتھے عشرہ سے یورپین لوگوں کی آمد ورفت پھر ان علاقوں میں شروع ہو گئی۔ اور انہوں نے اپنی ہوشیاری سے پھر قدم جمانے شروع کر دیئے۔ چنانچہ ۱۸۹۴ء میں انگریزوں نے پہلے یوگنڈا کو اپنی پروٹیکٹوریٹ بنایا اور اگلے سال کینیا پر بھی اسی طرح قبضہ کر لیا۔ اسی اثنا میں جرمنوں نے تنزانیہ پر (جو اس وقت ٹانگانیکا کہلاتا تھا) قبضہ کر لیا لیکن جنگ عظیم اوّل میں انگریز یہاں قابض ہو گئے۔ ان ہر سہ ممالک میں یورپین لاکھوں کی تعداد میں تھے۔ جو آزادی کے بعد نکلنا شروع ہو گئے ہیں اور اب صرف چند ہزار باقی رہ گئے ہیں۔

بانتو نسل کے کم و بیش ۲۲۰ قبیلے ہیں۔ جن میں سے کسی قبیلہ کی تعداد صرف چند سو ہے جبکہ بعض لاکھوں کے ہیں۔ ان میں سے چند ایک کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

کینیا کا قبیلہ ککویو بہت ہوشیار اور محنتی ہے اس صدی کے چھٹے عشرہ میں ماؤ ماؤ کی تحریک انہوں نے چلائی جس کے بعد انگریز کینیا کی آزادی پہ غور کرنے پہ مجبور ہوئے۔ یہ لوگ زراعت و تجارت میں کافی ماہر ہیں۔ کینیا میں ..رکامبا اور لوؤ بڑے قبیلے بھی ہیں۔ یوگنڈا کا بگنڈا قبیلہ اپنی تعداد کے لحاظ سے یوگنڈا کی آبادی کا ۱/۴ اور رقبہ کے لحاظ سے ملک کے ۱/۵ حصہ پر قابض ہے۔ یہ قبیلہ تہذیب و تمدن اور حکومت کے لحاظ سے بہت قدیم ہے۔ اور ان کے دعوی کے مطابق ۱۲۰۰ء سے ان کی اپنی حکومت قائم ہے۔ ان کے سربراہ کو "کباکا" کہا جاتا تھا۔ ان کی اپنی پولیس۔ اپنی عدالتیں اور اپنے سکول تھے۔ اب حکومت ختم کر دی گئی ہے۔ ان کی زبان لوگنڈی میں قرآن کریم کا ترجمہ جماعت احمدیہ کی طرف سے ۱۹۷۳ء میں شائع ہوا۔

تنزانیہ کا دچاگا قبیلہ بڑا ترقی پذیر ہے۔ یہ نہایت اعلیٰ درجہ کی کافی کاشت کرتے ہیں۔ آزادی سے بھی بہت پہلے انہوں نے اپنی کواپریٹو سوسائیٹیاں قائم کر رکھی تھیں اور یورپین مشیر ملازم رکھے تھے۔

ایک اور دلچسپ قبیلہ مسائی ہے جن کا ریزرو ۸۱ ہزار مربع میل پر مشتمل ہے۔ ۱۵ ہزار کینیا میں اور ۲۶ ہزار تنزانیہ میں۔ اور اگرچہ یورپینوں سے ان کا رابطہ بہت پرانا ہے تاہم یہ مغربی تہذیب سے بہت کم متاثر ہوئے ہیں۔ اس وجہ سے تعلیم میں بہت پیچھے رہے۔ اب انہوں نے تعلیم کی طرف توجہ شروع کر دی ہے۔ ان کا پیشہ مویشی پالنا ہے ان کے چرواہے کا تصور یوں کیجئے کہ ایک مسائی چرواہا جس کے جسم پہ کپڑا بہت کم ہوتا ہے اور بدن پہ گیری کی قسم کا کوئی رنگ ملا ہوتا ہے

اپنی ایک ٹانگ دوسرے گھٹنے پر جمائے ایک لمبی چھڑی کا سہارا لئے پہروں اسی حالت میں کھڑا اپنے مویشیوں کو دیکھتا رہتا ہے۔

## زبان

مشرقی افریقہ کے ۲۲۰ قبائل میں سے ویسے تو ہر ایک کی اپنی زبان ہے اگر کسی زبان کے بولنے والے صرف سو ہیں تو کسی کے بولنے والے لاکھوں ہیں۔ لیکن مشرقی افریقہ کی ایک مرکب اور مشترکہ زبان LINGUA FRANCE بھی ہے جسے سواحیلی کہتے ہیں۔ یہ دنیا کی زبانوں میں نیرھویں نمبر پر ہے اور اس کا اثر مشرقی افریقہ سے نکل کر جنوب میں جنوبی افریقہ۔ مغرب میں کانگو اور شمال میں عدن تک پھیلا ہوا ہے۔ اس زبان کا ۵۰ فیصدی عربی الفاظ اور بقیہ اُردو۔ فارسی اور انگریزی پر مشتمل ہے۔ پہلے یہ عربی رسم الخط میں لکھی جاتی تھی لیکن عیسائی مشنریوں نے اس کے اسلامی رنگ کو دُور کرنے کے لئے اسے رومن رسم الخط میں لکھنا شروع کر دیا۔ اب بھی یہی طریق جاری ہے۔ یہ زبان بہت ترقی یافتہ ہے اور افریقہ کی پہلی زبان ہے جس میں قرآن مجید کا ترجمہ ۱۹۵۳ء میں جماعت احمدیہ کی طرف سے شائع کیا گیا۔
سرکاری زبان ایک عرصہ تک انگریزی تھی لیکن آزادی کے بعد اب ان ممالک نے سواحیلی کو بھی بطور سرکاری زبان منظور کر لیا ہے۔

اس علاقہ کی دوسری مشہور زبان عربی ہے جسے زنجبار کے قریباً سبھی لوگ اور تنزانیہ اور کینیا کے ساحلوں پر ہزاروں بولنے والے ملتے ہیں۔
مشرقی افریقہ کی دوسری مشہور زبانیں لگولیو، لکامبا۔ جلوؤ۔ چاگا۔ لوگنڈی اور مسائی ہیں۔

## لباس

مشرقی افریقہ کے تعلیم یافتہ لوگ تو عموماً انگریزی لباس ہی پہنتے ہیں لیکن کینیا اور تنزانیہ کے ساحلی علاقہ اور زنجبار میں لباس میں اسلامی اثر نمایاں ہے جو ٹخنوں تک ایک لمبے کرتے اور کپڑے کی ٹوپی پر مشتمل ہے بعض لوگ اس پر ایک SHORT COAT بھی پہنتے ہیں۔ بعض قبائل بعض جانوروں کی کھالیں بھی بطور لباس استعمال کرتے ہیں۔ اور یوگنڈا میں ایک خاص قسم کے درخت کی چھال بھی بطور لباس استعمال ہوتی ہے اس چھال کے بڑے بڑے ٹکڑے مارکیٹ میں فروخت ہوتے ہیں اور انہیں دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے قدرت نے باریک ریشے کا بنا بنایا کپڑا اس علاقہ کے لوگوں کو عطا کیا ہے۔

## طرز بود و باش

مشرقی افریقہ کے داخلی علاقہ — MINTER LAND کی سیر و سیاحت سے پتہ چلتا ہے کہ اس علاقہ کے عام لوگ نہایت سادہ قسم کی جھونپڑیوں میں رہتے ہیں جن کی چھت گھاس کی ہوتی ہے اور دیواریں زمین میں جگہ جگہ لکڑیاں ٹھونک کر ان کی درزوں کو گارے سے بھر کر بنائی

جاتی ہیں ۔ اندر چٹائی یا گھاس سے بھرا ہوا گدا ہوتا ہے ۔ ایک عجیب قسم کا کمرہ میں نے خال خال ایسا بھی دیکھا ہے ۔ کہ ایک بہت بڑا درخت جسے BAOBAB کہتے ہیں اُس کے تنے کو اندر سے کھوکھلا کر لیا جاتا ہے درخت اُوپر اُسی طرح کھڑا ہے لیکن تنے میں ایک چھوٹا سا قابل رہائش کرہ بن جاتا ہے ۔ اس درخت کا تنا اتنا موٹا ہوتا ہے کہ اُس کو چار آدمی بمشکل ہاتھ پھیلا کر گھیرے میں لے سکتے ہیں ۔ اس کے علاوہ کیکویو لوگوں کے چھوٹے چھوٹے گول گھروندے قطار در قطار بعض پہاڑیوں کی ڈھلوانوں پر دیکھے گئے ہیں ۔ ان کی چھت بھی گھاس کی ہوتی ہے ۔ اور بڑے خوشنما لگتے ہیں ۔ یہ قدیم طرز بود و باش ہے جس میں بڑی سرعت سے تبدیلی آرہی ہے ۔ مشرقی افریقہ کے شہروں کی اکثریت بہت ترقی یافتہ ہو چکی ہے ۔ تازہ پانی بذریعہ پائپ گھروں میں جاتا ہے ۔ بجلی گھر گھر موجود ہے فلش سسٹم کا ہر گھر میں انتظام ہے ۔ نالیاں زمین دوز ہیں ۔ گھر کا کوڑا کرکٹ گھر کے باہر ایک ڈھکے ہوئے کوڑے دان میں ڈالا جاتا ہے ۔ جسے ہر روز میونسپلٹی کا ٹرک اُٹھا کر شہر کے باہر پھینک آتا ہے جس کے باعث مکھی شہروں میں ڈھونڈے سے نہیں ملتی ۔ اور اسی لئے مشرقی افریقہ میں ہیضہ کی بیماری بالکل نہیں ہے ۔ مکانوں کو حکماً ایسے میٹیریل سے پینٹ کرنا ہوتا ہے جو واٹر پروف WATER PROOF ہو کیونکہ ان علاقوں کے اکثر حصوں میں دفعہ دفعہ کے بعد بارش ہوتی رہتی ہے ۔ جس کی اوسط ۵۵" سے ۰۰ ۶" سالانہ تک ہے ۔ شہروں میں کئی کئی منزلہ ۔ Multi-storeyed

Modern Buildings اب جگہ جگہ نظر آتی ہیں جن میں لفٹس (LIFTS) کا انتظام ہوتا ہے ۔ ہوٹل بہت اعلیٰ اور مہنگے ہوتے ہیں ۔ اور کینیا میں ایک ہوٹل ایسا بھی ہے جو Tree Tops کہلاتا ہے ۔ یہ NYERI شہر کے قریب ایک جنگل میں واقع ہے ۔ یہاں سیاحوں کو جنگلی جانور شیر ، چیتا اور ہاتھی وغیرہ رات کو عموماً نظر آجاتے ہیں ۔ اس کی شہرت کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ انگلستان کی موجودہ ملکہ جب ایک دفعہ یہاں سیر و سیاحت کے لئے آئی تو جس رات وہ اس ہوٹل میں ٹھہری اُس رات سونے سے قبل وہ شہزادی تھی لیکن صبح اُٹھنے سے پہلے وہ ملکہ بن چکی تھی کیونکہ اُسی رات اُس کا باپ جارج ششم فوت ہو گیا تھا اور وہ اس کی جانشین ہو کر ملکہ بنی ۔

## غذا

مشرقی افریقہ کے باشندوں کی غذا بھی ہم سے مختلف ہے ۔ یورپ کے لوگ تو یورپین کھانے ہی کھاتے ہیں ۔ ہندوستانی اور عرب بھی اپنے اپنے ملکوں کا کھانا کھاتے ہیں جو بافراغت مل جاتا ہے ۔ کیونکہ ان علاقوں میں سب قسم کی دالیں اور سبزیاں ملتی ہیں ۔ گوشت چھوٹا اور بڑا دونوں وافر مقدار میں میسر ہیں ۔ بعض افریقین بالخصوص ساحلی علاقہ کے لوگ چاول اور مچھلی کھاتے ہیں بعض مکی کا آٹا استعمال کرتے ہیں اور یوگنڈا کے بگنڈا قبیلہ کے لوگ ، ایک خاص قسم کا کیلا کچا اُتار کر اُسے اُبال کر سالن کے ساتھ کھاتے ہیں ۔ اس کیلے کو MTOKE

کہا جاتا ہے۔ سالن میں پسی ہوئی مونگ پھلی ڈال کر اسے
گاڑھا کر لیا جاتا ہے۔ بہت سے افریقن مہوگو یا کسادا
بھی کھاتے ہیں یہ ایک قسم کی شکر قندی ہوتی ہے۔ یہ
زیر زمین اُگتا ہے۔ اس کا چھلکا اتار کر سفید حصہ بھون
کر بھی کھاتے ہیں۔ اُبال کر بھی اور تل کر بھی۔

یوگنڈا میں NILE PERCH بہت
عمدہ اور لذیذ مچھلی ہے۔ یہ کافی بڑی ہوتی ہے اور اس
میں کانٹا بہت کم ہوتا ہے۔ مشرقی افریقہ میں کچھ موٹا
چاول پیدا ہوتا ہے۔ باریک اور عمدہ قسم کا چاول
پاکستان سے درآمد کیا جاتا ہے جس کو وہاں پشاوری چاول
کہا جاتا ہے۔ ہندوستان کے قریباً سبھی پھل بکثرت
مل جاتے ہیں۔ ہاں خربوزہ اور ککڑی بہت کم ہوتے ہیں
سیب اور انگور درآمد ہوتے ہیں۔

## عادات و اطوار

افریقہ کا تعلیم یافتہ اور متمول طبقہ کافی صاف
ستھرا نظر آتا ہے۔ یوگنڈا کے مگنڈے عموماً متمول
ہوتے ہیں۔ ان کی ایک بہت اچھی عادت یہ ہے کہ
اپنے گھر کے آگے پھولوں کی کیاری ضرور لگاتے ہیں۔ ایک
اور عادت جو مجھے بہت ہی اچھی اور قابل تقلید نظر آئی
ہے وہ یہ ہے کہ افریقہ کے دیہات میں بھی مجھے کوئی
شخص اس طرح قضائے حاجت کرتا نظر نہیں آیا جس
طرح ہمارے لوگ دیہات میں عموماً اور بعض شہروں
میں بھی قضائے حاجت کرتے ہیں۔ ہر شخص نے اپنے صحن
کے ایک حصہ میں ایک PIT LATRINE بنائی
ہوتی ہے۔ اگر اسے صحیح طور پر استعمال کیا جائے۔ یعنی
اس میں پانی نہ گرایا جائے اور اُسے ڈھانک کر رکھا جائے
تو نہ اس سے بدبُو آتی ہے اور نہ ہی یہ جلد خراب ہوتی ہے۔

ہر علاقہ میں چوری چکاری کی وارداتیں تو ہوتی ہیں
لیکن مشرقی افریقہ کی ایک بات مجھے بڑی عجیب لگی ہے کہ
اگر کوئی شخص چوری کرتا ہوا پکڑا جائے تو ہر شخص اسے جو
ہاتھ میں آئے اس سے مارنا شروع کر دیتا ہے۔ اور
اگر پولیس کے آنے سے پہلے پہلے وہ مر بھی جائے تو کوئی
مضائقہ نہیں۔ مجھے ایک لطیفہ یاد ہے کہ ایک دفعہ
ایک چور پکڑا گیا تو ہر شخص نے اُسے مارنا شروع کر دیا اور
ایک آدمی کو جب مارنے کو اور کچھ نہ ملا تو وہ اپنا
FLIT PUMP اُٹھا لایا اور وہ فلٹ پمپ اُس
کے نتھنوں میں چلائے جا رہا تھا اور ساتھ کہہ رہا تھا کہ
HI DUDU KULA HI DUDU KULA
یعنی یہ بڑا کیڑا ہے یہ بڑا کیڑا ہے کیونکہ فلٹ پمپ سے
کیڑے مکوڑے ہی مارے جاتے ہیں۔

## مذاہب

مشرقی افریقہ میں آج سے تقریباً سَوا سَو سال
پہلے اسلام تھا یا PAGANISM (الحاد) تھا۔ بعد ازاں
وہاں عیسائی مشنری آئے انہوں نے سکولوں اور ہسپتالوں
کے ذریعہ سے عیسائیت کا خوب پرچار کیا جس کا نتیجہ یہ نکلا
کہ سنہ ۱۹۵۰ء تک یوگنڈا میں ½۱۲ لاکھ تنزانیہ میں ۷ لاکھ
اور کینیا میں ۱۲ لاکھ عیسائی ہو گئے تھے ۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔

اور عدی امین کے یوگنڈا میں برسرِ اقتدار آنے سے پہلے تو ان ہر سہ ممالک کی حکومتیں بھی عیسائیوں ہی کے ہاتھوں میں تھیں۔ مسلمان افریقن سب کے سب اہل سنت ہیں۔ ہندوستانی اور پاکستانی مسلمانوں میں اسماعیلی، بوہرے، میمن، اثنا عشری، شیعہ اور سُنی مسلمان پائے جاتے ہیں۔ آپ کو کوئی افریقن اسماعیلی، بوہرہ، میمن یا اثنا عشری شیعہ نہیں ملے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے مشرقی افریقہ کے طول و عرض میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں افریقن احمدی ضرور ملیں گے۔ علاوہ ازیں وہاں آپ کو ہندو بھی کثرت سے ملیں گے اور سکھوں کی ایک معقول تعداد بھی آپ کو وہاں ضرور نظر آئے گی۔ اس ضمن میں سکھوں کا میرا اپنا چشم دید واقعہ بطور لطیفہ بھی سُن لیں۔ مَیں جب ۱۹۶۲ء میں پہلی دفعہ مشرقی افریقہ کے شہر نیروبی میں پہنچا تو وہاں کے مشہور گل ہاؤس کی چوتھی منزل پر اپنے ایک احمدی دوست مکرم کبیر احمد صاحب بھٹی کو ملنے گیا تو مجھے وہاں سے ایک عمارت نظر آئی جس کے وسط میں ایک بہت بڑا گنبد اور دائیں بائیں دو دو چھوٹے چھوٹے گنبد تھے۔ مَیں اُسی وقت یوگنڈا جا رہا تھا۔ ۱۹۶۳ء کے اواخر میں کینیا آیا اور دوبارہ اُسی عمارت پر چڑھا تو مجھے تین گنبدوں کی بجائے صرف ایک بہت وسیع و عریض گنبد نظر آیا۔ جب میں نے اس کی وجہ دریافت کی تو مجھے بتلایا گیا کہ جب یہ عمارت مکمل ہو گئی تو سکھوں کو پتہ چلا کہ یہ تو مسجد لگتی ہے جس پر لاکھوں شلنگ کی قیمتی چھت توڑ دی گئی اور دوبارہ صرف چوڑا گنبد تعمیر کیا گیا۔ مَیں نے کہا کہ سکھوں نے اپنی روایت نہیں چھوڑی کہ سکھ سوچتے تو ضرور ہیں لیکن کام کرنے کے بعد۔

## طرزِ حکومت

گذشتہ صدی کے آخر میں انگریزوں اور جرمنوں نے مشرقی افریقہ میں قدم جمانے شروع کر دئے تھے اور صدی کے اختتام سے قبل ان علاقوں میں سے کینیا اور یوگنڈا انگریزوں کے زیر تسلط اور تنزانیہ جرمنوں کے زیر نگیں آ چکا تھا۔ یہ افریقنوں پر بعض جگہ براہ راست حکومت کرتے تھے اور بعض جگہوں پہ افریقنوں کے توسط سے جسے قبائلی نظام کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ آزادی ملنے کے بعد قبائلی نظام تقریباً ختم ہو چکا ہے اور سب جگہ انگریزی طرز حکومت اپنایا جا چکا ہے۔ جس میں ملک کے نمائندے منتخب ہو کر پارلیمنٹ میں آتے ہیں اور ملک کا صدر چُنا جاتا ہے۔ لیکن صدر کا انتخاب اس وقت تک صرف برائے نام ہی ہے اور بظاہر وہ تاعمر صدر رہتا ہے جیسا کہ کینیا میں MR. JOMO KENYATTA اور تنزانیہ میں MR. NYRERE ہیں۔ یوگنڈا کے صدر MILTON OBOTE جسے موجودہ صدر عدی امین نے ۱۹۷۱ء میں بذریعہ فوجی بغاوت اقتدار سے علیحدہ کیا تھا۔

## کرنسی

پہلے مشرقی افریقہ کے ہر سہ ممالک اور زنجبار

انگریزوں کے زیر نگیں تھے اور ایک انگریز گورنر جنرل کے ماتحت ہر سہ کی کرنسی ایسٹ افریقن شلنگ تھا۔ جس کے ۱۰۰ اسینٹ ہوتے تھے اور یہ سب جگہ چلتا تھا۔ انگریزوں کا خیال تھا کہ آزادی کے بعد یہ تینوں ممالک ایک فیڈریشن بنا کر رہیں گے لیکن اُن کی یہ اُمید بر نہ آسکی اور اب ان ہر سہ ممالک کی حکومتیں بھی علیحدہ علیحدہ ہیں اور کرنسی بھی علیحدہ علیحدہ۔ اگرچہ نام اب بھی شلنگ ہی ہے جو حسب سابق ۱۰۰ اسینٹ کا ہی ہے۔ ایسٹ افریقن ریلوے اور بعض مواصلات اگرچہ ابھی تک مشترکہ ہیں تاہم ہر ایک ملک کے ڈاک کے ٹکٹ اپنے اپنے ہیں۔

## تعلیم

مشرقی افریقہ کے لوگ ایک عرصہ تک تعلیمی میدان میں بہت پیچھے رہے ہیں۔ یہاں کوئی یونیورسٹی نہ تھی جونیئر کیمبرج اور سینئر کیمبرج کے پرچے انگلستان سے SET ہو کر آیا کرتے تھے اور سینئر کیمبرج تک خال خال ہی کوئی پہنچتا تھا۔ ثانوی تعلیم کے طلبہ کی اکثریت یا ہندوستانی ہوتی تھی یا انگریز۔ آہستہ آہستہ افریقنوں نے تعلیم کی طرف توجہ شروع کر دی اور پہلے مشرقی افریقہ کے لئے یوگنڈا کے مکیریرے کالج کو یونیورسٹی بنایا گیا اور اب ہر سہ ممالک کی اپنی اپنی یونیورسٹیاں ہیں اور طالبعلموں کی اکثریت افریقنوں پر مشتمل ہے۔ تعلیمی وظائف اب صرف افریقنوں کو ہی ملتے ہیں۔

## ذرائع معاش

افریقن لوگوں کی اکثریت زراعت پیشہ ہے۔ لیکن آزادی کے بعد بہت سے لوگوں نے ملک سے چلے جانے والے ہندوستانی اور پاکستانی تاجروں کی جگہ لے لی ہے۔ اور بعض بہت کامیاب ثابت ہو رہے ہیں جیسے کینیا کے ککویو اور جلوؤ۔ تنزانیہ کے ورچاگا اور یوگنڈا کے بگنڈے۔

انگریزوں کے کینیا میں بہت بڑے بڑے فارم ہیں۔ جن میں گندم۔ مکئی۔ کافی۔ چائے اور SISAL کاشت ہوتا ہے۔ افریقن ماہی گیری بھی کرتے ہیں بالخصوص ساحلی علاقہ کے لوگ۔ جھیل وکٹوریہ کے ارد گرد بسنے والے یوگنڈا، کینیا اور تنزانیہ کے بعض قبائل۔ بعض افریقن WOODEN SEULPTURE میں بھی بڑے ماہر ہیں۔ (نامکمل)

---

## ضروری وضاحت

☜ ماہ ستمبر کے شمارہ خالد میں ص۲ پر یہ شعر درج ہے سے

عصا روس کا میرے ہاتھوں میں ہوگا
بخارا فتح باتوں باتوں میں ہوگا

یہ شعر مکرم محمد شفیع اسلم صاحب کا ہے؛

☜ اسی طرح ص۵ کالم ۲ آخری سطر سے یوں پڑھا جائے۔

"میں جاکر بائیں پہلو میں کھڑا ہو گیا آپ نے مجھے کان سے پکڑ کر دائیں طرف کر دیا۔"

(ادارہ)

# نعتِ سرورِ کونین صلے اللہ علیہ وسلم

زہِ نصیب جو آؤں تری پناہوں میں
ترے فقیر کے چرچے ہوں کجکلاہوں میں

مجھے بھی روضۂ اقدس کو چومنا ہے۔ مگر
حضورؐ مشکلیں حائل ہیں میری راہوں میں

رہائی چاہیئے مجھ کو بھی قیدِ ظلمت سے
کہ نام آپؐ کا ہے میرے خیرخواہوں میں

دل و نگاہ میں اُمید کی کرن پھوٹے
کھڑا ہوں کب سے تمنّا کی بارگاہوں میں

رسولِ پاکؐ کے زرّیں صفت اصولوں کی
خدا کرے کہ روایت ہو بادشاہوں میں

حضورؐ! دادرسی کے لئے کہاں جاؤں
نہ ہے سفارشِ دولت، نہ زور باہوں میں

دیا ہے کس نے یہ رحمت کا حوصلہ قدسی
یہ کس نے روشنی تقسیم کی گناہوں میں

جناب عبدالکریم قدسی

## شخصیات

# جدید چین کے بانی اور معمار
# چیئرمین ماؤزے تنگ

مرسلہ:۔ طارق احمد بٹ ۔ کراچی

عوامی جمہوریہ چین کے انقلابی رہنما چیئرمین ماؤزے تنگ ۹ ستمبر ۱۹۷۶ء کو پیکنگ میں ۸۲ سال کی عمر میں انتقال کر گئے ۔ نیو چائنا نیوز ایجنسی کے مطابق چیئرمین ماؤ کا ہر ممکن علاج کیا گیا لیکن وہ جانبر نہ ہو سکے ۔ ان کی وفات پر یہ نہیں بتایا گیا کہ ان کو کیا بیماری تھی ــــ لیکن دنیا کے ماہر اعصاب ڈاکٹر بورک مایہ نے گذشتہ جولائی میں پیکنگ میں دو ہفتہ تک قیام کرنے کے بعد کہا تھا کہ ہر شخص جانتا ہے کہ چیئرمین ماؤ کو اعصاب کے تناؤ کی بیماری ہے ۔

چیئرمین ماؤ نے نصف صدی تک چینی عوام اور عالمی کمیونسٹ تحریک کی قیادت کی ۔ وہ جدید کمیونسٹ تحریک کے بانی اور چینی قوم کے سب سے بڑے رہنما اور عوامی جمہوریہ چین کی حکومت کے سربراہ تھے ۔ انہوں نے فکر و عمل کا ایک ایسا نمونہ پیش کیا جس کی مثالیں دنیا کی تاریخ میں کم ملیں گی ۔ انہوں نے مارکس اور لینن کے افکار پر مبنی ایک کمیونسٹ حکومت ہی قائم نہیں کی بلکہ ان کے خیالات و افکار کو عملی طور پر بروئے کار لائے ۔

ایک موقع پر تقریر کرتے ہوئے چیئرمین ماؤ نے کہا تھا :۔

”اس وقت چین کی آبادی ۸۰ کروڑ ہے اور محنت کش طبقہ اس آبادی پر پوری طرح غالب ہے ۔ اس لئے یہی اصل قائد و رہنما ہے اور اس طبقہ کا یہ فرض ہے کہ وہ ہر قسم کے استحصال کا خاتمہ کرے ۔ اور کسی بھی روک کو ہٹانے کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کرنا چاہیئے ۔“

انہوں نے ایک موقع پر عوام کے لئے جو پیغام دیا اور جسے اب ”سرخ کتاب“ میں بنیادی حیثیت حاصل ہے ۔ یہ ہے کہ

”سخت محنت کرو ، پارٹی اور عوام کے وفادار رہو ، کامیابی قدم چومے گی ۔“

خود ماؤ کی زندگی سخت جدوجہد اور انتھک

محنت کرتے گزری۔ انہیں جو عظمت حاصل ہوئی اور
انہوں نے اپنی قوم کو عظمت اور بلندیوں کی جن منزلوں
سے روشناس کرایا اس کی بنیاد محض پراپیگنڈا نہیں
بلکہ اس کی عملی شکل ایک عظیم ملک چین کی شکل میں دنیا
کے سامنے ہے۔ انہوں نے قوم کے سامنے خود کو
ایک نمونہ کے طور پر پیش کیا۔

انہوں نے چینی عوام سے کہا :-

"دنیا ترقی کر رہی ہے مستقبل روشن
ہے اور کوئی بھی تاریخ کے اس عام
رجحان کو نہیں بدل سکتا۔ ہمیں عوام
میں عالمی ترقی کے حقائق اور روشن
مستقبل کی تبلیغ کرتے رہنا چاہیئے"

ایک اور موقع پر چینی عوام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا :-

"کسی شخص کے لئے تھوڑا سا اچھا کام
کر لینا مشکل نہیں ہوتا جو چیز مشکل ہوتی
ہے وہ یہ ہے کہ تمام عمر اچھا کام کرتے
رہنا اور کبھی کوئی برا کام نہ کرنا۔ عوام،
نوجوانوں اور انقلاب کے مفادات کے
لئے "مستقلاً" کام کرتے رہنا اور
سالہا سال تک کٹھن جدوجہد جاری
رکھنا۔ یہ ہے سب سے زیادہ مشکل
کام"

ماؤ چینی صوبہ "ہنان" کے ایک گاؤں شاؤشان
میں ۲۶ دسمبر ۱۸۹۳ء کو ایک غریب کسان کے ہاں پیدا
ہوئے۔ ان کے دو بھائی اور ایک بہن تھی یہ سب
انقلابی بنے اور انہوں نے مادر وطن کے لئے
قربانیاں دیں۔

ماؤ بچپن ہی سے بڑے نڈر اور بیباک
تھے اور مطالعہ کا بے حد شوق تھا۔ پانچ سال کی عمر سے
وہ اپنے باپ کے ساتھ کھیتوں میں کام کرنے لگے۔

۱۹۱۱ء میں جبکہ وہ طالب علم تھے انہوں نے
ڈاکٹر سن یات سین کی حمایت میں ایک مضمون لکھ کر
اپنے سکول کی دیوار پر چپکا دیا جس میں انہوں نے ڈاکٹر موصوف کی
نگرانی میں چلنے والی انقلابی تحریک کی حمایت کی تھی اور
کہا تھا کہ چین میں بادشاہت ختم ہونی چاہیئے اور
ڈاکٹر سن یات سین کی سرکردگی میں جمہوری حکومت قائم
ہونی چاہیئے۔ اکتوبر ۱۹۱۱ء میں وہ ہانگ کشیا کی انقلابی فوج
میں داخل ہو گئے۔ چھ ماہ کی اس ملازمت کے دوران
انہوں نے بڑی مشقت اور لگن سے کام کیا۔ ان کا کام
بالٹیوں سے پانی بھرنا۔ کھانا پکانا اور ڈرل کرنا
تھا۔ ان کی تنخواہ تقریباً بیس روپے تھی جو وہ اخبارات اور
رسائل خریدنے میں صرف کر دیتے تھے۔

۱۹۱۳ء میں ماؤ نے ایک ٹیچرز ٹریننگ سکول
میں داخلہ لیا۔ اس سکول میں پانچ سال تک تربیت
کے دوران انہوں نے اپنے مضامین سے بہت متاثر کیا۔

۱۹۱۶ء میں جمہوریہ چین کے صدر یوآن کے
انتقال کے بعد صوبائی سرداروں نے اپنی اپنی حکومتیں مستحکم
کر لیں۔ ماؤ اپنے سکول میں مطالعہ میں مصروف رہے۔
اسی دوران ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا۔ ان کے
صوبے کے ایک سردار فولیانگ چھ نامی نے کو انگسی

فوجیوں کے ہاتھوں مار کھا کر باقیماندہ فوج کے ساتھ اس اسکول کی عمارت میں پناہ لی جہاں ماؤ اور ان کے ساتھی مقیم تھے۔ ماؤ نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اپنے ساتھیوں کو لے کر قریبی تھانے پہنچ گئے اور وہاں سے بندوقیں اور دیگر سامان لے کر رات کے وقت اسکول کی عمارت پر حملہ کر دیا اور ان بھگوڑے فوجیوں کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا۔ اس وقت ماؤ کی عمر ۲۲ سال تھی۔

ماؤ نے ایک انجمن اصلاح معاشرہ کے نام سے بنا رکھی تھی جس کے وہ خود سیکرٹری تھے۔ اس انجمن کے تحت ماؤ ایک سکول بھی چلایا کرتے تھے ۱۹۱۸ء میں ماؤ نے تربیتی اسکول چھوڑا۔ ۱۹۱۸ء ہی میں اپنی تعلیم جاری رکھتے ہوئے ماؤ نے لائبریری اسسٹنٹ کی حیثیت سے ملازمت اختیار کر لی۔ ۱۹۱۹ء میں ماؤ نے چانگشیا کے پرائمری سکول میں ملازمت کی۔ اس وقت چین میں نوسیٹو یانگ چھانگ چی کی قیادت میں کنفیوشس کے خلاف تحریک شروع ہو چکی تھی۔ ماؤ نے دس دس کے گروہ بنانے شروع کر دیئے۔ انہوں نے ایسے کوئی چار سو گروہ تیار کیے اور وہ خود اس کی مجلس عاملہ کے رکن منتخب ہوئے۔ ۱۹۱۹ء میں ماؤ کی ادارت میں دریائے سیانگ کے نام سے ایک ہفتہ وار جریدہ نکلا جو پانچ شماروں کے بعد بند کر دیا گیا۔ تاہم طالب علموں کی انجمن نے انہیں "نیا نیان" نامی ایک اور پرچہ کی ادارت سونپ دی لیکن تین پرچے نکلنے کے بعد یہ بھی بند ہو گیا۔ اس کے بعد ماؤ نے ایک حلقہ مباحثہ ترتیب دیا۔ فروری ۱۹۲۰ء میں ماؤ دوبارہ پیکنگ گئے اور اسی سال اپریل میں وہ شنگھائی گئے جہاں انہوں نے کوئی چار ماہ تک دھوبی کا کام کیا اور جولائی میں وہ پھر چانگشا واپس آ گئے۔ اس موقع پر انہوں نے "انجمن تعمیر ہنان" کے نام سے ایک اعلان چھاپا جس میں فوجی گورنر کا عہدہ ختم کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ ستمبر ۱۹۲۰ء میں ماؤ کو ان کے دوست "چھائے ہوسین" نے فرانس سے ایک خط لکھا جس میں کمیونسٹ پارٹی کی داغ بیل ڈالنے کی ترغیب دی گئی تھی۔ انہوں نے اسی وقت جدوجہد شروع کر دی۔ "کلچرل بک شاپ" کے نام سے کئی دوکانیں قائم کیں جن کی آمدنی کمیونسٹ پارٹی کو دی جاتی تھی۔

یکم جولائی ۱۹۲۱ء کو شنگھائی میں کمیونسٹ پارٹی کا باقاعدہ اجلاس ہوا۔ ماؤ اس میں صوبہ ہنان کے نمائندے کے طور پر شریک ہوئے۔ اور اجلاس کے سیکرٹری منتخب ہوئے۔ ماؤ نے محنت کش طبقے کو اپنے ساتھ ملانے کے لئے ۱۹۲۱ء میں چانگشیا میں ایک تدریسی کالج قائم کیا۔ ایک رسالہ بھی نکالا گیا جس میں جنگی اور سامراجی سرداروں کے خلاف مواد چھپتا تھا۔

گورنر ہنان نے ماؤ سان کی بیوی۔ بیٹی، بیٹے اور بہن کو گرفتار کر لیا۔ گورنر نے ماؤ کی بیوی اور ماؤ کی بہن کو قتل کرا دیا۔ ماؤ نے اس واقعہ پر "زندگان جاوداں" کے نام سے مشہور نظم لکھی۔

۱۹۲۳ء میں کمیونسٹ پارٹی اور کومنتانگ میں جنگی سرداروں کے خلاف اور جمہوریت کے نفاذ کے لئے ایک

سمجھوتہ ہو گیا۔ ماؤ کو اس متحدہ محاذ کی مرکزی کمیٹی کا پروپیگنڈا سیکرٹری منتخب کیا گیا۔ ۱۹۲۵ء میں ماؤ سخت بیمار پڑ گئے اور انہیں ہنان واپس جانا پڑا۔ وہاں سے ماؤ کینٹن گئے یہاں انہیں ایک تربیتی کالج کا نگران مقرر کیا گیا جس کا کام کسان تحریک کے رہنماؤں کو تربیت دینا تھا ماؤ کے دوست چو این لائی یہاں کومنتانگ کی فوج اوّل کے سیاسی سربراہ (COMMISSAR) تھے۔

۱۹۲۶ء میں چیانگ کائی شیک نے مرکز میں حکومت کا تختہ الٹ دیا اور اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ اُدھر ماؤ اسی سال کمیونسٹ پارٹی شعبہ کسان کے سربراہ مقرر ہوئے ان کی قیادت میں ۱۹۲۶ء تک ایک کروڑ کسان منظم ہو چکے تھے۔ اس عرصے کے دوران بڑے بڑے انقلابات آئے۔ تمام بڑے زمینداروں کی زمینیں ضبط کی گئیں۔ بہت سے سماج دشمن عناصر کو موت کے گھاٹ اتارا گیا۔

۱۹۲۷ء میں ماؤ نے اپنا مشہور مقالہ لکھا جس میں انہوں نے مارکس اور لینن تھیوری میں نظریاتی اضافے تجویز کئے۔ اسی سال شنگھائی میں قتل عام ہوا اور ۱۲ر جولائی کو کمیونسٹ پارٹی پر پابندی لگا دی گئی۔ ادھر ماؤ نے ایک ہزار رضاکاروں پر مشتمل مزدور کسان انقلابی فوج تیار کی۔ کومنتانگ نے ان کی گرفتاری کا حکم جاری کیا لیکن اس حکم کی تعمیل نہ ہو سکی۔ ۱۹۲۸ء میں چیانگ کائی شیک نے جاپان سے ایک معاہدہ کیا جس کے ماتحت جاپان طاقت کے ذریعہ چین کو متحد کرنے کے لئے مدد دینے کا پابند تھا۔

جاپان کو اس خدمت کے عوض منچوریا کا علاقہ دینے کا معاہدہ بھی طے پایا۔ اسی سال چیانگ کائی شیک نے عیسائی مذہب قبول کر لیا۔ ادھر ماؤ نے ۱۹۲۹ء میں جنوبی کیانگسی میں اپنے اڈے کو وسعت دی۔ جون ۱۹۳۰ء میں کالعدم کمیونسٹ پارٹی کے پولیٹ بیورو نے مسلح بغاوت کا حکم دیا۔ زبردست جنگ ہوئی۔ بیشمار جانیں ضائع ہوئیں۔ بالآخر ماؤ کے حکم سے جنگ بند ہوئی ایسی تین جنگیں ہوئیں جو محاصرہ اوّل، دوم اور سوم کے نام سے مشہور ہیں۔ ۱۹۳۱ء میں تمام آزاد سوویٹوں کی ایک کل چین کانفرنس ہوئی جس میں سوویٹ جمہوریہ کا باضابطہ آئین منظور ہوا۔ ماؤ اس کے چیئرمین منتخب ہوئے۔ ۱۹۳۳ء میں ہولناک جنگ ہوئی جو چوتھے محاصرہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں چیانگ کائی شیک کی پانچ لاکھ فوج نے حصہ لیا۔ چیانگ چو کے مقام پر ماؤ کی فوج نے اس فوج کے پرخچے اڑا دیئے چیانگ کائی شیک نے اس شکست کا بدلہ لینے کیلئے سُرخ فوج پر بھرپور حملہ کیا۔ ماؤ کی فوج بڑی بے جگری سے لڑی لیکن تعداد اور جنگی تکنیک کے اعتبار سے بہتر فوج کے آگے انہیں بیشتر مقامات پر شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اس وقت ماؤ کو سخت بخار تھا لیکن انہوں نے حکمت عملی کے طور پر شمال مشرقی گریچو کی طرف کوچ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس طرح تاریخ کے سب سے بڑے لانگ مارچ کا آغاز ہوا۔ یہ لانگ مارچ ۱۶ر اکتوبر ۱۹۳۴ء سے شروع ہو کر اکتوبر ۱۹۳۵ء میں ختم ہوا۔

برفپوش کوہساروں، دریاؤں، دلدلوں اور لق و دق صحراؤں کی ساڑھے بارہ ہزار کلومیٹر طویل مسافت

طے کر کے جب یہ فوج اپنی منزل کے قریب پہنچی تو تین لاکھ میں سے صرف تیس ہزار فوج باقی بچی تھی ہر شخص راستے کی مشکلات اور طویل سفر سے نڈھال اور نیم جان تھا۔ مگر ماؤزے تنگ نے نہ صرف اپنا حوصلہ بلند رکھا بلکہ اپنے ساتھیوں کے حوصلے بھی بلند کئے۔ اس وقت انہیں ہر قیمت پر "دیوارِ عظیم" پر پہنچنا تھا۔ اس مارچ کے دوران انہوں نے "کوہ لیوپان" کے عنوان سے جو نظم کہی اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر بلند ہمت انسان تھے۔ اس نظم میں انہوں نے کہا:۔

"آسمان بلند ہے، بادل زرد ہیں
ہم دیکھ رہے ہیں کہ جنگلی راج ہنس
مشرق کی جانب غائب ہوتے جا رہے ہیں۔
اگر دیوارِ عظیم تک پہنچنے میں ناکام رہے تو
ہم وہ انسان نہیں ہو سکتے۔
جو اب تک بیس ہزار لی کا طویل سفر
طے کر چکے ہیں۔ سُرخ پرچم تیز ہواؤں میں
آزادی کے ساتھ لہرا رہے ہیں۔
آج ہمارے ساتھیوں میں وہ مضبوط
لمبی ڈوری ہے۔ ہم اس بھوُرے
اژدہے (کوہ لیوپان) کو اس سے
تسخیر کر سکتے ہیں۔"

انتہائی مشکل حالات میں انہوں نے ایسی ہی کئی اور انقلابی نظمیں کہیں۔

لانگ مارچ کے اختتام پر گریو پر قبضہ کے بعد وہاں پارٹی کی تنگور زون کانفرنس ہوئی۔ جس میں ماؤزے تنگ کو پھر پولیٹ بیورو کا چیئرمین منتخب کیا گیا۔ جولائی ۱۹۳۷ء میں جب جاپان نے چین پر حملہ کیا تو انقلابی فوج اور کومنتانگ کے درمیان ایک سمجھوتہ ہوا جس کے تحت یہ طے پایا کہ دونوں جاپان کے خلاف مل کر اپنے ملک کا دفاع کریں گے۔

چیانگ کائی شیک کی طرف سے اس معاہدہ کی کئی بار خلاف ورزی کی گئی۔ تاہم سُرخ فوج نے تنہا اس کا مقابلہ کیا۔ انہوں نے اپنے مثالی نظم و ضبط، جفاکشی اور جذبۂ حب الوطنی کی بدولت ۱۹۴۵ء میں دس لاکھ مربع میل کا علاقہ اپنے زیرنگیں کر لیا۔ اس علاقے کی مجموعی آبادی دس کروڑ سے زائد تھی۔ اس جنگ میں ان کی کامیابی کا سبب چیئرمین ماؤ کا وہ قول تھا جو انہوں نے ۱۹۳۸ء میں چینی قوم کو دیا تھا کہ :۔

"ہتھیار جنگ میں ایک اہم عنصر
ہیں۔ لیکن فیصلہ کن عنصر نہیں۔ یہ
انسان ہی ہے جو فیصلہ کن ہوتا ہے
چیزیں نہیں۔"

اگست ۱۹۴۵ء میں جاپان نے ہتھیار ڈال دیئے۔ چیانگ کائی شیک کی ہٹ دھرمی کے سبب ملک میں خانہ جنگی شروع ہو گئی اور اس کا یہ مقصد پورا نہ ہو سکا کہ عوامی فوج آزادی اس کی فوج میں ضم ہو جائے۔ بالآخر اسے اپنے زیر تسلط علاقہ (فارموسا) میں اپنی جداگانہ حکومت قائم کرنی۔ جسے امریکہ کی سرپرستی حاصل ہے۔

سمجھوتہ ہو گیا۔ ماؤ کو اس متحدہ محاذ کی مرکزی کمیٹی کا پراپیگنڈا سیکرٹری منتخب کیا گیا۔ ۱۹۲۵ء میں ماؤ سخت بیمار پڑ گئے اور انہیں ہنان واپس جانا پڑا۔ وہاں سے ماؤ کینٹن گئے یہاں انہیں ایک تربیتی کالج کا نگران مقرر کیا گیا جس کا کام کسان تحریک کے رہنماؤں کو تربیت دینا تھا ماؤ کے دوست چو این لائی یہاں کومنتانگ کی فوج اوّل کے سیاسی سربراہ (COMMISSAR) تھے۔

۱۹۲۶ء میں چیانگ کائی شیک نے مرکز میں حکومت کا تختہ الٹ دیا اور اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ اُدھر ماؤ اسی سال کمیونسٹ پارٹی شعبۂ کسان کے سربراہ مقرر ہوئے ان کی قیادت میں ۱۹۲۶ء تک ایک کروڑ کسان منظم ہو چکے تھے۔ اس عرصے کے دوران بڑے بڑے انقلابات آئے۔ تمام بڑے زمینداروں کی زمینیں ضبط کی گئیں۔ بہت سے سماج دشمن عناصر کو موت کے گھاٹ اتارا گیا۔

۱۹۲۷ء میں ماؤ نے اپنا مشہور مقالہ لکھا جس میں انہوں نے مارکس اور لینن تھیوری میں نظریاتی اضافے تجویز کئے۔ اسی سال شنگھائی میں قتل عام ہوا اور ۱۳ جولائی کو کمیونسٹ پارٹی پر پابندی لگا دی گئی۔ ادھر ماؤ نے ایک ہزار رضا کاروں پر مشتمل مزدور کسان انقلابی فوج تیار کی۔ کومنتانگ نے ان کی گرفتاری کا حکم جاری کیا لیکن اس حکم کی تعمیل نہ ہو سکی۔ ۱۹۲۸ء میں چیانگ کائی شیک نے جاپان سے ایک معاہدہ کیا جس کے ماتحت جاپان طاقت کے ذریعہ چین کو متحد کرنے کے لئے مدد دینے کا پابند تھا۔

جاپان کو اس خدمت کے عوض منچوریا کا علاقہ دینے کا معاہدہ بھی طے پایا۔ اسی سال چیانگ کائی شیک نے عیسائی مذہب قبول کر لیا۔ ادھر ماؤ نے ۱۹۲۹ء میں جنوبی کیانگسی میں اپنے اڈے کو وسعت دی۔ جون ۱۹۳۰ء میں کالعدم کمیونسٹ پارٹی کے پولیٹ بیورو نے مسلح بغاوت کا حکم دیا۔ زبردست جنگ ہوئی۔ بیشمار جانیں ضائع ہوئیں۔ بالآخر ماؤ کے حکم سے جنگ بند ہوئی ایسی تین جنگیں ہوئیں جو محاصرہ اوّل، دوم اور سوم کے نام سے مشہور ہیں۔ ۱۹۳۱ء میں تمام آزاد صوبوں کی ایک کل چین کانفرنس ہوئی جس میں سوویٹ جمہوریہ کا باضابطہ آئین منظور ہوا۔ ماؤ اس کے چیئرمین منتخب ہوئے۔ ۱۹۳۳ء میں ہولناک جنگ ہوئی جو چوتھے محاصرہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں چیانگ کائی شیک کی پانچ لاکھ فوج نے حصہ لیا۔ چیانگ چو کے مقام پر ماؤ کی فوج نے اس فوج کے پرخچے اڑا دیئے چیانگ کائی شیک نے اس شکست کا بدلہ لینے کیلئے سُرخ فوج پر بھرپور حملہ کیا۔ ماؤ کی فوج بڑی بے جگری سے لڑی لیکن تعداد اور جنگی تکنیک کے اعتبار سے بہتر فوج کے آگے انہیں بیشتر مقامات پر شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اس وقت ماؤ کو سخت بخار تھا لیکن انہوں نے حکمت عملی کے طور پر شمال مشرقی کویچو کی طرف کوچ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس طرح تاریخ کے سب سے بڑے لانگ مارچ کا آغاز ہوا۔ یہ لانگ مارچ ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۴ء سے شروع ہو کر اکتوبر ۱۹۳۵ء میں ختم ہوا۔

برفپوش کوہساروں، دریاؤں، دلدلوں اور لق و دق صحراؤں کی ساڑھے بارہ ہزار کلومیٹر طویل مسافت

طے کر کے جب یہ فوج اپنی منزل کے قریب پہنچی تو تین لاکھ میں سے صرف تیس ہزار فوج باقی بچی تھی ہر شخص راستے کی مشکلات اور طویل سفر سے نڈھال اور نیم جان تھا۔ مگر ماؤزے تنگ نے نہ صرف اپنا حوصلہ بلند رکھا بلکہ اپنے ساتھیوں کے حوصلے بھی بلند کئے۔ اس وقت انہیں ہر قیمت پر "دیوارِ عظیم" پر پہنچنا تھا۔ اس مارچ کے دوران انہوں نے "کوہ لیوپان" کے عنوان سے جو نظم کہی اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر بلند ہمت انسان تھے۔ اس نظم میں انہوں نے کہا:-

"آسمان بلند ہے، بادل زرد ہیں
ہم دیکھ رہے ہیں کہ جنگلی راج ہنس
مشرق کی جانب غائب ہوتے جا رہے ہیں۔
اگر دیوارِ عظیم تک پہنچنے میں ناکام رہے تو
ہم وہ انسان نہیں ہو سکتے۔
جو اب تک بیس ہزار لی کا طویل سفر
طے کر چکے ہیں۔ سُرخ پرچم تیز ہواؤں
آزادی کے ساتھ لہرا رہے ہیں۔
آج ہمارے ساتھیوں میں وہ مضبوط
لمبی ڈوری ہے۔ ہم اس بھوُرے
اژدھے (کوہ لیوپان) کو اس سے
تسخیر کر سکتے ہیں۔"

انتہائی مشکل حالات میں انہوں نے ایسی ہی کئی اور انقلابی نظمیں کہیں۔

لانگ مارچ کے اختتام پر گرپو پر قبضہ کے بعد وہاں پارٹی کی سنگور زون کانفرنس ہوئی جس میں ماؤزے تنگ کو پھر پولیٹ بیورو کا چیئرمین منتخب کیا گیا۔ جولائی ۱۹۳۷ء میں جب جاپان نے چین پر حملہ کیا تو انقلابی فوج اور کومنتانگ کے درمیان ایک سمجھوتہ ہوا جس کے تحت یہ طے پایا کہ دونوں جاپان کے خلاف مل کر اپنے ملک کا دفاع کریں گے۔

چیانگ کائی شیک کی طرف سے اس معاہدہ کی کئی بار خلاف ورزی کی گئی۔ تاہم سُرخ فوج نے تنہا اس کا مقابلہ کیا۔ انہوں نے اپنے معنوی نظم و ضبط، جفاکشی اور جذبۂ حب الوطنی کی بدولت ۱۹۴۵ء میں دس لاکھ مربع میل کا علاقہ اپنے زیر نگیں کر لیا۔ اس علاقے کی مجموعی آبادی دس کروڑ سے زائد تھی۔ اس جنگ میں ان کی کامیابی کا سبب چیئرمین ماؤ کا وہ قول تھا جو انہوں نے ۱۹۳۸ء میں چینی قوم کو دیا تھا کہ:-

"ہتھیار جنگ میں ایک اہم عنصر
ہیں۔ لیکن فیصلہ کن عنصر نہیں۔ یہ
انسان ہی ہے جو فیصلہ کن ہوتا ہے
چیزیں نہیں۔"

اگست ۱۹۴۵ء میں جاپان نے ہتھیار ڈال دیئے۔ چیانگ کائی شیک کی ہٹ دھرمی کے سبب ملک میں خانہ جنگی شروع ہو گئی اور اس کا یہ مقصد پورا نہ ہو سکا کہ عوامی فوج آزادی اس کی فوج میں ضم ہو جائے۔ بالآخر اس نے اپنے زیر تسلط علاقہ (فارموسا) میں اپنی جداگانہ حکومت قائم کر لی۔ جسے امریکہ کی سرپرستی حاصل ہے۔

یکم اکتوبر ۱۹۴۹ء کو ماؤ زے تنگ نے عوامی جمہوریہ چین کے قیام کا اعلان کر دیا۔ جس میں فارموسا سمیت پوری سرزمین چین میں شامل تھی۔ ماؤ زے تنگ اس کے پہلے چیئرمین منتخب ہوئے۔

چیئرمین ماؤ کا شمار دنیا کی ان تاریخ ساز شخصیتوں میں ہوتا ہے جن کو اپنی قوم میں انقلاب برپا کرنے اور پھر اس انقلاب کو اس کے حقیقی نتائج تک پہنچانے کا موقع ملا۔ ماؤ زے تنگ نے اپنی زندگی کے پورے پچپن سال چینی عوام کو متحد کرنے انہیں استعماری طاقتوں کے پنجے سے چھڑانے اور انہیں ایک مضبوط اور ناقابل تسخیر قوم بنانے میں صرف کر دیئے تھے۔ چیئرمین ماؤ کو اپنی زندگی ہی میں اپنی کوششوں کے عظیم ثمرات دیکھنے کا موقع مل گیا۔ وہ ۱۹۳۴ء کی تاریخی "لانگ مارچ" سے لے کر عظیم انقلاب تک ہر مرحلے پر چینی عوام کی انتہائی جرأت، ہمت اور تدبر کے ساتھ رہنمائی کرتے رہے۔ وہ ایک سیاسی لیڈر ہی نہیں بلکہ مفکر بھی تھے۔

عوامی جمہوریہ چین کے اسی کروڑ عوام جن کا ملک کبھی ایشیا کا مرد بیمار سمجھا جاتا تھا اور جو انتشار و پسماندگی کا شکار تھا۔ آج ترقی اور خوشحالی کے دور میں داخل ہو چکے ہیں۔ ۲۶ سال کے عرصے میں عوامی جمہوریہ چین زندگی کے ہر شعبہ میں خود کفیل ہو چکا ہے۔ اس طرح چیئرمین ماؤ نے صرف چینی قوم ہی کی نہیں بلکہ انسانیت کی بہت بڑی خدمت کی ہے۔ انہوں نے اسی کروڑ کی ایک قوم کو نہایت مختصر عرصے میں انتشار اور پسماندگی کے کھنڈر سے نکال کر اخلاقی، سیاسی، معاشی اور فنی اعتبار سے ترقی کی بلندیوں پر پہنچا دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ چیئرمین ماؤ زے تنگ نے چینی عوام کو خبردار کیا کہ:۔

"اگر ہم اپنے کام میں زبردست کامیابیاں بھی حاصل کر لیں تو بھی کوئی وجہ نہیں کہ ہم متکبر اور خود پسند ہو جائیں۔ انکساری سے آدمی کو آگے بڑھنے میں مدد ملتی ہے۔ جبکہ غرور سے آدمی پیچھے رہ جاتا ہے یہ ایسی صداقت ہے جسے ہمیں ہمیشہ ذہن میں رکھنا چاہیئے"۔

چیئرمین ماؤ زے تنگ کی زندگی کا ماحاصل یہ ہے کہ انہوں نے محنت، ہمت، جہد مسلسل اور اپنے عملی نمونہ سے ایک سوئی ہوئی قوم کو نہ صرف بیدار کیا بلکہ عالمی برادری میں نمایاں مقام پر پہنچا دیا۔ ان کی زندگی اس لحاظ سے سبق آموز ہے کہ ؎

ہے عمل میں کامیابی موت میں ہے زندگی

---

**خالد** ربوہ

آپ کو کیسا لگا؟ آپ اپنی زریں رائے سے مطلع فرمائیے۔ اور اسے خوب سے خوب تر بنانے میں ادارہ کی مدد کیجئے!

کنفار سے آنکھ مچولی ——— آخری قسط

# "رہا ہوں معتکف کوہ و دشت ویرانہ"

جناب ل۔خ ملک۔ ہری پور ہزارہ

## برف کی غاریں

پروگرام کے مطابق اگلے دن ہمیں سیف الملوک جھیل کے منبع تک جاکر کچ گلی (۱۲۹۰۰ فٹ) میں چڑھنا اور دوسری طرف منور وادی میں اترنا تھا۔ بالکل فارغ رہ کر آرام کرنا کچھ اچھا نہ لگا۔ یوں بھی چاروں طرف پھیلے ہوئے مظاہر قدرت دعوت نظارہ دے رہے تھے۔ چنانچہ ہم اگلے سفر کے ابتدائی راستے کا جائزہ لینے اور جھیل کے پانی کا منبع دیکھنے نکل پڑے۔

مرزا صاحب بھی کچھ دور تک ہمارے ساتھ آئے اور پھر جھیل کا چکر کاٹتے واپس لوٹ گئے۔ راستہ بہت ہی دلچسپ تھا۔ بڑے بڑے گلیشیئر پہاڑیوں کی چوٹیوں سے نیچے وادی میں سرکتا آئے تھے اور پگھل کر جھیل میں پہنچنے کا انتظار کر رہے تھے۔ نالے کے پانی نے برف کے ان تودوں کو نیچے سے کاٹ کاٹ کر عجیب و غریب شکلوں کے وسیع و عریض غار بنائے ہوئے تھے۔ برف کی ان غاروں کی اندرونی سطح سے گرتے ہوئے پانی کے قطرے دوبارہ منجمد ہو کر برف کی عمودی سلاخیں بنا رہے تھے۔ یہ غاریں بہت دلچسپ معلوم ہوتی تھیں۔

اوپر جاکر وادی تنگ ہوگئی تھی اور دونوں طرف کی پہاڑیوں کے پہلو عمودی ہو گئے تھے۔ پہاڑیاں بھربھرے پتھر کی تھیں۔ وقتاً فوقتاً خودبخود کوئی پتھر ٹوٹتا اور تیزی سے لڑھکتا ہوا آیا تو راستے میں ہی ٹوٹ کر سنگریزوں کی بارش برسا دیتا۔ ورنہ اگر سخت جان ہوتا تو نیچے نالے تک آپہنچتا گلیشیئر ایسے پتھروں سے اٹے پڑے تھے۔ ہم نے سوچا ان جگہوں پر مویشیوں کا یوں آزاد پھرنا خطرناک ہے نہ جانے کب کوئی پتھر گرے اور گائے بکری کا قیمہ کر دے مقامی لوگوں سے یہ معلوم ہوا کہ کبھی کبھی ایسا ہوتا رہتا ہے۔

راستے میں ایک صاحب عمر فاروق نامی ملے۔ ان کا نام بہت پسند آیا۔ ان سے آئندہ سفر کے بارے میں مشورہ کرنا چاہا تو انہوں نے بتایا کہ وہ اس راستے کبھی وادی منور نہیں گئے۔ انہوں نے چند میل اوپر کچ بستی میں دو بھائیوں عزیز الرحمن اور سیف اللہ کے متعلق بتایا کہ وہ اس راستے سے واقف ہیں اور راستہ بارہا بتا سکتے ہیں۔

کچ کے قریب پہنچے تو ارشاد صاحب کل والے جنگلی بکریوں کے سلوک کے باعث رک گئے۔ لورین رشید صاحب

کے ہمراہ سفر جاری رکھا۔ اب ہر طرف برف ہی برف تھی اور ہم برف پر ہی چل رہے تھے۔ ہمیں دیکھ کر کچ سے (جو صرف چند مکانوں پر مشتمل ہے) ایک آدمی تیز قدم اٹھاتا ہماری طرف آیا۔ حسن اتفاق سے وہ عزیز الرحمن ہی نکلا جسے ہم ملنے آئے تھے اسے کچ گلی (۱۳۹۰۰ فٹ) کے راستے منور وادی جانے کے متعلق ذکر کیا تو اس نے کہا کہ گلی کے دوسری طرف برف ابھی بہت زیادہ ہے اور راستہ خطرناک ہے۔ ہم بھی اس موسم میں ادھر جانے سے گریز کرتے ہیں۔ ایک ڈیڑھ ماہ بعد برف پگھلنے پر راستہ گزرنے کے قابل ہو جائے گا۔

اب تک ارشاد صاحب بھی آ پہنچے تھے۔ چنانچہ مشورہ کے بعد طے پایا کہ منور وادی کا پروگرام اگلے سال پر ملتوی کر دیا جائے اور واپسی ناران سے بذریعہ سڑک جرید تک پیدل ہو۔ ہم نے عزیز الرحمن کو کھانے کی دعوت دی۔ سلوؤں کا لنچ اس برف زار میں بہت پُر لطف رہا۔ اس دوران میں ہم دوست بن چکے تھے۔ جب واپسی کے لئے رخصت چاہی تو عزیز الرحمن نے کہا کہ پہلے اور بات تھی اب اور ہے۔ اب میں آپ کو ہر حال میں کچ گلی کے راستے منور لے جانے کے لئے تیار ہوں۔ ہم دونوں بھائی آپ کو اپنے کندھوں پر بٹھا کر بھی گلی کے پار لے جائیں گے۔ ہم نے اس خلوص کا شکریہ ادا کیا اور معذرت کی کہ اگلے سال بہتر موسم میں آکر آپ سے ملیں گے۔ اور آپ کے ساتھ سفر کریں گے۔ اس نے میرا پتہ لکھوا لیا اور ربوہ آکر ملنے کا وعدہ کیا۔ (چنانچہ اب تک وہ دو بار مجھے ملنے ربوہ آچکا ہے)۔

---

## ملکۂ پربت

عزیز الرحمن نے یہ بھی بتایا کہ ہمارے شمال میں جو بلند قامت چوٹی نظر آرہی ہے اس کو ملکۂ پربت کہتے ہیں۔ یعنی پہاڑوں کی ملکہ (بلندی ۱۷۳۹۰ فٹ) اس کی خصوصیت یہ ہے کہ آج تک اس چوٹی پر کوئی شخص نہیں چڑھ سکا۔ اس پر ایک بزرگ کی زیارت ہے۔ کچھ غیر ملکیوں نے چڑھنے کی کوشش کی مگر راستے میں ہی ہلاک ہو گئے۔ ایک بزرگ زیارت کرنے کے لئے چڑھے اور وہاں تک پہنچ گئے مگر تھوڑی دیر بعد انہوں نے آنکھیں کھولیں تو وہ گلگت پہنچ چکے تھے۔ رشید صاحب اس کراماتی چوٹی کے حالات سنتے ہوئے زیر لب مسکرا رہے تھے۔ میں نے تبصرہ کرنے سے اشارۃً روک دیا۔ چوٹی کو اب ہم نے زیادہ غور سے دیکھا تو واقعی نانگا پربت کی سی غرور سے گردن اکڑائے کھڑی تھی۔ کنارے عمودی تھے جنہیں دیکھ کر دہشت طاری ہوتی تھی۔ ایک ہی جست میں سات ہزار فٹ اونچائی پہنچتی ہوئی اس کی دیواروں پر چڑھنے کے تصور سے ہی دل لرزتا تھا۔ ان حالات میں ضعیف الاعتقادی کی بدولت ایسی روایات کا فروغ پا جانا تعجب خیز نہیں۔

## جھیل کا منبع

سیف الملوک گلیشیر جسے جھیل کا منبع کہہ سکتے ہیں ایک ڈیڑھ میل آگے نظر آرہا تھا۔ یہ گلیشیر خود ایک عظیم الشان برف کا پہاڑ تھا۔ جو ۱۲۰۰۰ فٹ کی بلندی سے ۱۷۰۰۰ فٹ بلندی تک پھیلا ہوا تھا۔ برف پر چلنے کے

جیپ تیار نہ ہونے کے باعث آگے جانا مشکل تھا۔ اس لئے ہم عزیز الرحمٰن کو خدا حافظ کہتے واپس آگئے۔

جھیل پر واپس پہنچ کر جب مرزا صاحب کو منور وادی کے پروگرام کی منسوخی کا بتایا تو وہ بہت خوش ہوئے مگر جلدی ہی اداس ہو گئے۔ جب ہم نے یہ بتایا کہ ہم آج شام فاران چلے جائیں گے۔ انہیں سیف الملوک پر اب اکیلے رہتے گھبراہٹ ہو رہی تھی۔ ہمارے ہمسائے بھی جھیل سے چند میل اوپر چلے گئے تھے۔ حقیقی چاہت سے وہ پروگرام سے ایک دن قبل ہی سیف الملوک پہنچ گئے تھے اب اتنی ہی شدت سے وہ یہاں سے جلد از جلد بھاگنے کی فکر میں تھے۔ انہیں خدشہ تھا کہ اگر ہم چلے گئے اور چند دن تک کوئی جیپ جھیل پر نہ آئی تو وہ اس خوبصورت ویرانے میں مقید ہو کر رہ جائیں گے۔ چنانچہ ان سے یہ طے ہوا کہ ہم فاران جا کر کل صبح جیپ بھیجنے کا انتظام کریں گے تاکہ وہ سامان کے ہمراہ فاران آجائیں اور وہاں جویلیاں سے آنیوالی ہائیکنگ ٹیم کا انتظار کریں۔ اور تین دن کے لئے انہیں فاران میں خیمہ اور لنگر کی سہولت مہیا کریں۔

## واپسی

شام کو مرزا صاحب نے مہمان نوازی کی اگلی پچھلی کسر نکال دی۔ اور ہم سر شام ہی رات کا کھانا سرکاری لنگر سے کھا کر فاران روانہ ہو گئے۔ جلد ہی شام کا اندھیرا چھانے لگا۔ فاران کا راستہ سڑک کا راستہ تھا۔ اور کئی بار کا دیکھا بھالا۔ اس لئے اندھیرے میں یہ پانچ چھ میل کا سفر کرنے میں کوئی دقت نہ ہوئی۔

بٹہ کنڈی میں ایک دفعہ ہم خلیل نامی آدمی کے ہوٹل میں ٹھہرا تھا۔ وہ ایک ملنسار آدمی تھا اور ہم سے بہت اچھی طرح پیش آیا تھا اب وہ فاران میں ہوٹل چلا رہا تھا۔ ہم اسے ملے۔ پرانی ملاقات یاد کرائی۔ بہت خوش ہوا۔ اور فوراً ہماری رہائش کا انتظام کر دیا۔

۱۱ر جولائی کی صبح ہم فاران سے جرید کے ۲۸ میل کے سفر پر روانہ ہوئے۔ ہماری ٹانگیں اب چلنے اور چلتے چلے جانے کی عادی ہو چکی تھیں اور پاؤں خود بخود اُٹھنے لگے تھے۔ البتہ سڑک کے راستے واپسی کا یہ سفر کچھ زیادہ دلچسپ نہ تھا۔ مگر منور وادی کا راستہ دشوار گزار ہونے کے باعث ہمارے لئے یہی متبادل راستہ واپسی کا تھا۔ منور وادی کے راستے آتے تو ہم نے ۱۲ر جولائی کی شام جرید پہنچنا تھا۔ اب ہم اس راستے آج ہی پہنچ کر ایک دن بچا لینے کی کوشش کر رہے تھے۔

راستے میں ہمیں جویلیاں کے چار خدام پر مشتمل مختصر پروگرام والی ہائیکنگ ٹیم ملی۔ ہمیں گذشتہ شام سے سیف الملوک پر ان کا انتظار تھا مگر وہ کاغان سے سواری نہ ملنے کے باعث کل نہیں پہنچ سکے تھے۔ ان کے بستر اور تھیلے وزنی تھے اور پیدل سفر سے وہ بہت تھک چکے تھے۔ ہم نے انہیں بتایا کہ مرزا صاحب اینڈ کمپنی فاران میں ان کے منتظر ہیں۔

دو بجے تک کاغان پہنچے۔ ہوٹل سے کھانا کھایا۔ پہلی دفعہ گرمی کا تجربہ ہوا۔ کھانے کے دوران جب سالن ختم ہو جائے تو ہوٹل والے مزید سالن اور دے دیتے ہیں اور یہ مفت ہوتا ہے۔ مگر اس میں بوٹی نہیں ہوتی اسے

گرمی کہتے ہیں (بہ وزن جلیبی)

## حشر کا منظر

کاغان سے قریب ہی ہم نے بہت سے لوگ دیکھے جو اکٹھے ہو کر ایک مکان کی چھت پر مٹی ڈال رہے تھے اسے "حشر" کہتے ہیں جس میں تمام لوگ اکٹھے ہو کر ایک آدمی کا کام کر دیتے ہیں اور وہ ان کی دعوت کرتا ہے مکان کے مالک سید بشیر حسین شاہ صاحب نے ہمیں کھانے کی دعوت دی۔ ہم نے معذرت کی کہ (غلطی سے) کھانا تو کھا چکے ہیں (بلکہ گرمی بھی دو دفعہ لے چکے ہیں) انہوں نے بہت پیار سے ہمیں چائے پلائی۔ بہت شفقت سے سفر کے حالات پوچھے۔ بہت خوش ہوئے اور ہمیں شاباش دی۔

چند میل اور چلنے پر گرمی زیادہ محسوس ہونے لگی یا تو گرمی واقعی زیادہ تھی یا پھر ہم بزدلی بن چکے تھے۔ سڑک کے کنارے واقع ایک مسجد میں ٹھہر گئے۔ اس کے احاطے میں لگے ہوئے سیبوں کے ساتھ شغل کیا مالک (اللہ تعالیٰ) کی اجازت سے۔

مہاندری میں ہم عصر کے وقت پہنچے اور محکمہ جنگلات کے ایک ملازم سے منور کی وادی کے بارے میں مزید معلومات حاصل کیں۔ کچھ دور جا کر ہمیں بارش کی وجہ سے ایک غار میں پناہ لینی پڑی۔ ہم نے وقت ضائع ہوتا دیکھ کر ستوؤں کا ڈبہ خالی کر دیا۔ جرید پہنچتے پہنچتے رات ہو گئی تھی۔ ہمارے بھائی ذوالفقار احمد صاحب بہت تپاک سے ملے اور ہماری بہت خاطر مدارات کی۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

جرید میں ہمارا پیدل سفر ختم ہوا۔ گذشتہ چھ دنوں میں ہم نے ۱۲۰ میل فاصلہ طے کیا۔ ۱۴،۵۰۰ فٹ چڑھائی چڑھے اور ۱۴،۲۰۰ فٹ اترائی اترے۔ اور زیادہ سے زیادہ ۱۳،۲۶۰ فٹ کی بلندی (بیسل گلی) تک پہنچے۔

۱۲ جولائی ہفتہ کے روز ہم صبح بس کے ذریعے بالاکوٹ پہنچے۔ مرزا صاحب کل سہ پہر ہی فاران سے بالاکوٹ پہنچ گئے تھے۔ کیونکہ حویلیاں کے دوستوں نے خیمہ میں رہنا پسند نہ کیا تھا۔ ہمارے پاس ایبٹ آباد واپسی کے لئے ابھی کافی وقت تھا اس لئے ہم بالاکوٹ رک گئے۔ محترم غلام سرور خان صاحب سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کمال شفقت سے دوپہر کے کھانے کی دعوت دی۔ ہم نے شکریہ کے ساتھ قبول کی۔ فجزاہ اللہ جزاءً۔

بعد میں ان شہدائے بالاکوٹ کے واقعات سے اور سید اسمٰعیل شہیدؒ کے مزار پر دعا کیلئے گئے۔ برادرم مکرم محمد سلیم خان صاحب بھی ہمارے ساتھ بہت محبت سے پیش آئے۔ ہمارے قیام کے دوران ہماری بہت خدمت کی یہاں تک کہ روانگی کے وقت ہمارے خالی تھیلے پھر بھر دیئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس محبت اور مہمان نوازی کا اعلیٰ اجر عطا فرمائے۔

## سب سے نام اللہ کا

الحمد للہ کہ ہمارا یہ آٹھ روزہ دلچسپ سفر ختم ہوا جو ہمارے دل و دماغ پر بہت سی خوشگوار یادیں مرتسم کر گیا۔ دوران سفر ہم نے صبر، ضبط، عزم، ہمت اور ایثار و استقلال کا سبق سیکھا۔ موسم کی رعنائیاں دیکھیں قدرت کے حسین مناظر اور بیکراں وسعتوں کا مشاہدہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کے پیار کے جلوے دیکھے اور سجدات شکر بجا لائے کہ اول و آخر وہی ذات پاک ہے ہم ۴۴

۴۴۔ [illegible]

# مختصر جائزہ شعبہ تربیت مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ ۱۳۵۵ ہش / ستمبر ۱۹۷۶ء

نوٹ:- ذیل میں ان قابل تقلید مجالس کے اسماء درج کئے جا رہے ہیں جنہوں نے سال رواں میں تربیتی کلاسز اور اجتماعات منعقد کئے۔ اور ان کی رپورٹس مرکز میں بروقت موصول ہوئیں:- والسلام

خاکسار محمد الیاس منیر نائب مہتمم تربیت مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ

| نمبر شمار | نام مجلس | تاریخ | نمبر شمار | نام مجلس | تاریخ |
|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | ٹورنٹو (کینیڈا) | ۲۳ر مئی | ۱۷ | چک ۸۷ شمالی | ۱۷ تا ۲۳ر جولائی |
| ۲ | ربوہ | ۱۸ر تا ۲۲ر مئی | ۱۸ | " ۸۸ " | ۱۶ تا ۲۳ر اپریل |
| | ضلع خیرپور | | ۱۹ | " ۹۸ " | ۱۷ تا ۲۳ر جولائی |
| | | | ۲۰ | " ۹۹ " | " |
| ۳ | خیرپور | ۱۸، ۱۹ر جون | ۲۱ | " ۱۲۴ جنوبی | " |
| ۴ | کوٹ ڈیجی | ۱۸، ۱۹ر جولائی | ۲۲ | " ۱۱ " | " |
| | | | ۲۳ | " ۸۹ " | ۲۳ تا ۳۰ر جولائی |
| ۵ | گوٹھ عبدالسلام عمر | ۳ر جولائی | ۲۴ | [illegible] | ۱۶ تا [illegible] جولائی |
| | ضلع جھنگ | | ۲۵ | چھنی تاج ریحان | " |
| ۶ | جھنگ صدر | ۲۵ر جولائی | ۲۶ | بھیرہ | ۲۳، ۲۴ر جولائی |
| | | | ۲۷ | رکھ چراگاہ | ۲۳ تا ۳۰ر جولائی |
| ۷ | شورکوٹ | ۲۶ر جون | ۲۸ | ہجکہ | " |
| ۸ | چک ۱۹۷ ج ب | ۱۸ر جون | ۲۹ | میانی گھوگھیاٹ | " |
| ۹ | چنیوٹ | ۳ر اگست | ۳۰ | بستی مسلمان شیخاں | " |
| ۱۰ | پکا نسوانہ | ۲۵ر اگست | ۳۱ | چک ۱۲۸ شمالی منگلہ | " |
| | | | ۳۲ | " ۱۵۲ " | " |
| ۱۱ | لالیاں | ۲۶ر اگست | ۳۳ | ٹھٹھہ جوئیہ | " |
| | ضلع سرگودھا | | ۳۴ | چک ۳۲ جنوبی | ۳۰ر جولائی تا ۶ر اگست |
| | | | ۳۵ | " ۳۳ " | " |
| ۱۲ | سرگودھا چھاؤنی | ۱۱ر جون | ۳۶ | " ۳۷ " | " |
| ۱۳ | خوشاب | ۹ تا ۱۴ر جولائی | ۳۷ | " ۳۸ " | " |
| ۱۴ | سرگودھا شہر | ۲۲ر اگست | ۳۸ | " ۴۰ " | " |
| | | | ۳۹ | " ۳۵ " | " |
| ۱۵ | چک ۴۶ شمالی | ۱۷ تا ۲۳ر جولائی | ۴۰ | " ۴۳ " | " |
| ۱۶ | " ۳۵ " | " | ۴۱ | " ۹ پنیار | ۶ر اگست تا ۱۳ر اگست |

| نمبر شمار | نام مجلس | تاریخ |
|---|---|---|
| ۴۲ | ساہیوال ضلع سرگودھا | ۶، ۷ راگست |
| ۴۳ | چاہ سردار والا | ۶ تا ۱۳ راگست |
| ۴۴ | بھان امید علی وڈک | ۶، ۷، ۸ راگست |
| ۴۵ | ڈیرہ چانن والا | // |
| ۴۶ | مجوکہ | // |
| ۴۷ | بھابڑا | ۸، ۹، ۱۰ راگست |
| ۴۸ | ادوجھالی | ۲۰، ۲۱، ۲۲ راگست |
| ۴۹ | تخت ہزارہ | ۱۳ تا ۲۰ راگست |
| ۵۰ | تلڑبالی | ۱۳، ۱۴ راگست |
| ۵۱ | احمد آباد جنوبی | // |
| ۵۲ | عمر آباد | ۱۴، ۱۵ راگست |
| ۵۳ | ۸/M.B | ۱۳، ۱۴، ۱۵ راگست |
| ۵۴ | ۳۹/M.B | ۲۰ تا ۲۷ راگست |
| ۵۵ | ۲/T.D.A | // |
| ۵۶ | کوٹ مومن | ۱۳ تا ۲۰ راگست |
| | قیادت ضلع کراچی | ۱۴، ۱۵ راگست |
| ۵۷ | مسجد النصرت | ۲۴ تا ۲۸ رجون |
| ۵۸ | لانڈھی کورنگی | ۱۷ رجولائی، ۲۵ رمئی |
| ۵۹ | ناظم آباد | ۱۷ رجولائی، ۲۱، ۲۲ رمئی |
| ۶۰ | مارٹن روڈ | ۱۷ رجولائی |
| ۶۱ | کراچی صدر | // |
| ۶۲ | عزیز آباد | // |
| ۶۳ | سوسائٹی | // |
| ۶۴ | ڈرگ روڈ | // |
| ۶۵ | ملیر | // |
| ۶۶ | لگارو | // |

| نمبر شمار | نام مجلس | تاریخ |
|---|---|---|
| | ضلع شیخوپورہ | |
| ۶۷ | مانانوالہ | ۲۳ رجولائی |
| ۶۸ | کوٹ دیالداس | ۲۷ رجولائی |
| ۶۹ | ننکانہ صاحب | // |
| ۷۰ | چک ۵۵۹ | // |
| ۷۱ | ″ ۵۶۵ | // |
| ۷۲ | ″ ۵۶۳ | // |
| | قیادت ضلع راولپنڈی | ۱۰، ۱۱ رجولائی |
| ۷۳ | راولپنڈی صدر | ۳۱ رجولائی، یکم اگست |
| ۷۴ | راولپنڈی شہر | // |
| ۷۵ | مری | // |
| ۷۶ | اسلام آباد | // |
| | ضلع سیالکوٹ | |
| ۷۷ | ڈسکہ | ۲۹ رجولائی تا ۲ راگست |
| | ضلع گجرات | |
| ۷۸ | کھاریاں | ۳۰ رمئی |
| | ضلع لاڑکانہ | |
| ۷۹ | انور آباد | ۷، ۹ رمئی |
| ۸۰ | قیادت ضلع تھرپارکر | ۱۴-۱۵-۱۶ راگست |
| ۸۱ | فیکٹری ایریا شاہدرہ | یکم اگست |
| ۸۲ | قیادت ضلع ہزارہ | ۲۵-۲۶-۲۷ رجون |
| ۸۳ | نواب شاہ | ۱۳-۱۴-۱۵ رجولائی |
| ۸۴ | لاہور | ۳ راکتوبر |
| ۸۵ | گوجرانوالہ شہر | ۸ راکتوبر |

# مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودؑ

ماہ اکتوبر میں خدام کے مطالعہ کے لئے
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب
"برکات الدعا"
مقرر ہے۔ قائدین سے گذارش ہے کہ وہ خدام
سے مطالعہ کروائیں۔ یہ کتاب دفتر سے طلب کرنے
پر بلا ڈاک خرچ منگوائی جاسکتی ہے۔
قیمت :- ایک روپیہ

# بک سٹال

امسال سالانہ اجتماع کے موقع پر شعبہ اشاعت مجلس
خدام الاحمدیہ کے زیر اہتمام بک سٹال لگایا جارہا ہے جس میں
خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی مطبوعات کے علاوہ سلسلہ کی دیگر
کتب بھی مل سکیں گی۔ خدام کتب خرید کر استفادہ
فرمائیں۔

مینیجر
(شعبہ اشاعت مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

# اعتذار

بعض وجوہ کی بناء پر اس دفعہ "اجتماع نمبر" شائع
نہیں ہوسکا جس کے لئے ہم قارئین کرام سے معذرت خواہ
ہیں۔ انشاء اللہ العزیز جلسہ سالانہ پر نمبر پیش کرنے کی
کوشش کی جائے گی۔ رسالہ کی اشاعت میں بھی تاخیر
ہوگئی ہے جس پر ہم معذرت کرتے ہیں۔ (ادارہ)

نئے لاؤڈ سپیکر

اور

ان کے جملہ سامان کیلئے آپکی اپنی دکان

# چوہدری ٹریڈرز

۶۔ ہال روڈ لاہور

پورے اعتماد کے ساتھ بارعایت اعلیٰ کوالٹی کا سامان خریدیں

فون : ۳۱۲۳۸۶

---

ہر قسم کی عمارتی لکڑی کیلئے

اپنے معروف ادارہ

# گلوب ٹمبر کارپوریشن

۲۷ نیو ٹمبر مارکیٹ

راوی روڈ لاہور

پر تشریف لائیں!

فون نمبر :— ۶۰۲۲۰

---

ہر قسم کی عمارتی لکڑی کیلئے

اپنے معروف ادارہ

# پاک ٹمبرز

۲۵۔ نیو ٹمبر مارکیٹ راوی روڈ

لاہور

کو یاد رکھیں

فون نمبر

۶۲۶۱۸

---

اسلام کی روز افزوں ترقی کا آئینہ دار

ماہنامہ

# تحریک جدید

ربوہ

آپ خود بھی پڑھیں

اور

غیر از جماعت دوستوں کو بھی پڑھائیں

چندہ سالانہ

پانچ روپے

(مینجنگ ایڈیٹر)

شیزان
گھر بھر کی خوشی
اور صحت کا
ضامن ہے
Reach Jam
HOT KETCHUP
Shezan
Orange Squash
Plum Jam
TOMATO KETCHUP
شیزان
انٹرنیشنل لمیٹڈ
بند روڈ لاہور

*Monthly* **KHALID** *Rabwah*
OCTOBER, 1976 Regd. No. L 5830





صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا۔